لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ترجمان مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۱۰ر جون ۱۹۹۲ء ـــــــ مطابق ۸ر ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ | شمارہ ۱۵

اداریہ

(ع،ع،ن)

لبرل اور بنیاد پرست

مسلمانوں کی جن ممالک میں اکثریت ہے وہاں اپنی حکومتوں سے لوگ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں، جن ممالک میں وہ اقلیت میں ہیں اور ان ممالک کے سیکولر نظام میں جکڑے ہوئے ہیں وہاں ان کا مطالبہ ہے کہ ان کے تشخص ملی کو نہ مٹایا جائے، وہ کم از کم اپنے عائلی قوانین میں اپنی فقہ پر عمل کر سکیں۔ ان دونوں قسم کے مسلمانوں کو 'بنیاد پرست' کہا جاتا ہے

'یہ اصطلاح بہت پرانی ہے، بیسویں صدی میں عیسائیوں کے ایک فرقہ پروٹسٹنٹ نے یہ تحریک چلائی تھی کہ کتاب مقدس '(انجیل) کو صرف اخلاقیات اور عقائد ہی میں معصوم نہ سمجھا جائے بلکہ تاریخ کے جو واقعات (قصص) ان میں مذکور ہیں اور غیبی مضامین جیسے ابتدائے آفرینش، حضرت مریم عذراء کی ولادت، اور حضرت مسیح کا دوبارہ اٹھنا... وغیرہ، ان سب کو اس طرح تسلیم کیا جائے کہ یہ مسلمہ حقائق ہیں ان پر بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں ہے یہ اصطلاح ان مسلمانوں کے لئے استعمال کی جا رہی ہے جو اپنے وجود اسلامی کو باقی رکھنا چاہتے ہیں اور ان کے حوالے سے جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے ممالک میں جو مسلمان ہیں ان کو وہاں مسجدیں تعمیر کرنے یا گرجوں کو خرید کر ان کو مسجد کی ہیئت میں تبدیل کرنے کی اجازت ہے، تقریباً ہر مرکزی مقام پر ان کے سنٹر ہیں، عید بقر عید لوگ دھوم سے مناتے ہیں، امریکہ اور برطانیہ میں نو مسلمانوں کی وہ تمام قسمیں نہ صرف پائی جاتی ہیں بلکہ سرگرم ہیں جو قسمیں (یا فرقے) ہند و پاکستان اور بنگلہ دیش میں آباد ہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ آراستہ و پیراستہ، منظم و مستحکم شکل میں موجود ہیں، حکومتیں سرپرستی تو نہیں کرتی ہیں مگر کسی فرد یا جماعت کو قانونی حق دینے میں لیت و لعل بھی نہیں کرتی ہیں۔ اور ان کو بنیاد پرست بھی نہیں کہتی ہیں، مگر ہمارے ملک میں اب رفتہ رفتہ ایسے لوگوں کو اسی خطاب سے نوازا جا رہا ہے یا متہم کیا جا رہا ہے، البتہ اب وسط ایشیا اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں میں آزادی کی لہر پیدا ہوئی ہے اور وہ خطے جو مسلمانوں کو واپس ملے ہیں اور مل رہے ہیں جہاں پر ستر سال سے قید تھے ان میں آزادی کے طلبگاروں کو بھی بنیاد پرست کہا جا رہا ہے اور اسلام کو وقت کا سب سے بڑا خطرہ بتایا جا رہا ہے۔

ان مسلمانوں کے لئے جو اپنے مذہبی عقائد و اعمال کے پابند رہنا چاہتے ہیں ان کو مصر میں رجعت پسند REACTIONARY کہا جاتا تھا، اور جہاں اسلام کا حوالہ دینا ہو، مسلمانوں کی دینی سرگرمی کا ذکر ہو وہاں بجائے یہ کہنے کہ مذہب پر عمل پیرا ہونے والے مسلمان یہ کہتے ہیں کہا جاتا تھا کہ رجعی یہ کہا کرتے ہیں، یا رجعی نظریہ یہ ہے، پاکستان میں اس مقصد کے لئے ایک زمانہ میں "ملا ازم" کی اصطلاح رائج تھی، دیواروں پر اس طرح کی تحریریں جلی حروف میں لکھی ہوئی میں نے دیکھی ہیں کہ وقت کا سب سے بڑا فتنہ ملا ازم ہے، ملا ازم کا مقابلہ کیجئے، وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب دو دہائی پہلے کی بات ہے، اب مصر و شام میں بھی بجائے رجعت پسند کے "اصولیین" (بنیاد پرست) ہی کہا جا رہا ہے، (اصل کے معنی بنیاد کے ہیں، اسی سے یہ اصطلاح کا ترجمہ ڈھال لیا گیا ہے)۔

لیکن وہ شخص جو مسلمانوں جیسے نام رکھتا ہو ' اور دینی عقائد و اخلاق کو ناخواندہ اور پسماندہ مسلمانوں کی چیز سمجھتا ہو، اس کے لئے کوئی متبادل لفظ پہلے نہیں سنا جاتا تھا، ابھی جامعہ ملیہ اسلامیہ کی اسٹرائک کے سلسلے میں انگریزی اخبارات میں 'لبرل مسلمان' کی اصطلاح ان کے لئے سنی جا رہی ہے، انگریزی اخبارات اور خاص طور پر ٹائمس آف انڈیا (جو بی بی سی لندن کے تجزیہ نگار کی نظر میں دنیا کے سات مشہور آزاد اخبارات میں سے ایک ہے) اس [illegible] ایڈیٹر میں اس لفظ کی تکرار کی جا رہی ہے، لبرل ازم کے کیا حدود ہیں، اور کون لوگ اس ضمن میں آتے ہیں اور کون اس سے باہر ہیں،

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زرِ تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی۔ یورپی۔ افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

نوٹ:۔
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات [illegible] پر ارسال فرمائیں
[illegible]

درس حدیث

باہمی میل و محبت اور بھائی چارگی کمال ایمان کی علامت ہے

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ـــــــ ترجمہ شمس الحق ندوی

"عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" [1]

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں باہمی محبت و تعلق اور بھائی چارگی کے جذبات و احساسات کو نہایت خوبصورت انداز اور آسان و مختصر الفاظ میں جس طرح بٹھانا اور اتارنا چاہتے تھے یہ حدیث اس کی نہایت شاندار مثال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں باہمی بھائی چارگی پیدا فرما کر اجتماعی و معاشرتی زندگی کے اصول کی ایک بنیاد قائم کر دی تھی اور اس کے ذریعہ مساوات کی تعلیم کو عملی طور پر نافذ کرنے اور اونچ نیچ کے فرق کو مٹانے اور رنگ و نسل کے تعصب کا خاتمہ فرما دیا تھا۔ یہ گویا ایمان کی حقیقت اور اس کے درجۂ حرارت کو ناپنے کا ایک پیمانہ قرار پایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(انما المؤمنون اخوۃ) [2]

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

قرآن کریم مسلمانوں میں اخوت و بھائی چارگی، باہم ایک دوسرے کی مدد و نصرت پر جگہ جگہ زور دیتا ہے، اور ایک مسلمان دینی یا دنیاوی جس اعتبار سے بھی مدد کا محتاج و ضرورت مند ہو جان، مال اور زبان ہر طرح سے اس کی مدد کی دعوت و ترغیب دیتا ہے۔ فرمایا:

(والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض) [3]

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

(وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق) [4]

(اور اگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے، مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (مدد نہیں کرنی چاہئے)۔

یہ آیات قرآنی اخوت و بھائی چارگی کے دور رس اثرات اور مقاصد کو بتاتی ہیں، اس اخوت اسلامی کے بہت واضح اور کھلے ہوئے معانی وہ ہیں جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بلیغ و حکیمانہ اسلوب میں اس حدیث پاک (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے) میں صاف صاف بیان فرمایا ہے، اسلئے کہ دوستی ہمت و شجاعت باہمی مدد و تعاون اور ادائیگی فرض کی متقاضی ہوتی ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ایمان کا یہ مفہوم ہر بندۂ مومن میں نہ پایا جائے۔

علماء فرماتے ہیں کہ لا یؤمن کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان مومن کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ صفت نہ پائی جائے، اس لئے کہ اصل ایمان تو اس میں بھی پایا جائے گا جو ان صفات کا حامل نہ ہو، اور اپنے بھائی کے لئے پسند کرنے کا مطلب نیک کام اطاعت و عبادت اور مباح چیزیں ہیں، جس کا ثبوت نسائی کی اس روایت سے ملتا ہے:

یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی اچھائی اور بھلائی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے [5]

خیر ایسا جامع لفظ ہے جو اطاعت و انقیاد اور دنیا و آخرت سے متعلق مباحات سب پر مشتمل ہے، شریعت کے اندر ممنوع اور ناپسندیدہ چیزیں اس سے خارج ہیں، اس لئے کہ خیر کے لفظ میں یہ چیزیں نہیں آسکتی ہیں اور جذبات محبت خیر ہی چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ مومن کا ذوق و مزاج ہی امت مسلمہ کا ذوق و مزاج ہے، اتحاد اور ایک دوسرے کی فکر و مدد کا مزاج ہے، باہم میل ملاپ کا مزاج ہے، وہ میل ملاپ جو بھلائی کا پرچار کرتا ہے اور برائی و فساد کو ختم کرتا ہے،

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے (خیر و بہتری والی چیز) نہ پسند کرے۔

اور یہ پسند و محبت دوستی، قربانی اور باہمی تعاون کی متقاضی ہے، تاکہ امت مسلمہ ایک صف میں کھڑی ہو جائے اس کی صفوں میں جدائی اور علیحدگی پسندی کے محرکات نہ داخل ہونے پائیں، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اسی دوستی ہی کی طاقت سے وہ نیکی اور بھلائی کو پھیلانے کے کام میں لگتے ہیں، اللہ کے کلمہ کو بلند کرتے ہیں، اور اس امت کیلئے نازل ہونے والے احکامات خداوندی کو عملی جامہ پہنانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں، یہ بندۂ مومن کی تربیت کا حکیمانہ انداز ہے، تاکہ دل کا ہر خیال، زندگی کی تمام حرکات و سکنات ایمان کے اصولوں سے جڑ جائیں، اور اخوت کے بندھن میں بندھ جائیں، اور تمام میلانات و رجحانات، شعور و احساسات، خواہشات و مرغوبات، کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھل جائیں، مسلمان لوگوں سے ملے تو اللہ ہی کے لئے، کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کے لئے، مسلمانوں کے اجتماعی و معاشرتی تعلقات کی اساس و بنیاد خدا کا پاس و لحاظ اور اخوت و بھائی چارگی ہو، لیکن ہے یہ ذرا مشکل کام جو صبر و قناعت اور حلم و بردباری کا متقاضی ہے۔ (نہیں مومن ہو سکتا) یعنی کوئی شخص حقیقت ایمان کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا، اس نفی سے مراد کمال ایمان کی نفی ہے نہ کہ مطلق ایمان کی جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان میں یہ صفات نہ پائی گئیں تو وہ کافر نہیں ہو جائے گا۔ یہ حقیقت یہ کہ یہ بھائی چارگی مادہ پرستانہ ماحول و فضا میں ایک مثالی تجربہ تھا جس کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے دلوں کو جوڑنے اور ایک معاشرہ قائم کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ بنایا تھا، جس میں محبت اور میل و ملاپ کی بہار تھی، یہ معاشرتی تعلقات کو منظم کرنے کی مبارک پہل تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ آئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن الربیعؓ میں بھائی چارہ کرایا تو حضرت سعد نے حضرت عبد الرحمن سے کہا؟

حضرات انصار میں ہمارے پاس سب سے زیادہ مال ہے ہم اپنا مال تم کو آدھے آدھ بانٹ دیتے ہیں، ہماری دو بیویاں ہیں جو تم کو پسند ہو بتا دو میں اسے طلاق دے دوں، پھر عدت گزر جائے تو تم اس سے شادی کر لو ـــ یہ سن کر حضرت عبد الرحمنؓ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال و منال میں برکت دے، یہ آپ کو مبارک ہو، مجھے تو اپنے یہاں کے بازار کا راستہ بتا دیجئے، ان لوگوں نے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتا دیا، وہ بازار گئے، وہاں کچھ خرید و فروخت کی اور گھی اور پنیر لے کر واپس آئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حوصلہ مندی اور جود و سخا، حدیث پاک کی عملی مثال تھی، اور حضرت عبد الرحمن کا جواب شرف و بلندی کی آخری مثال کا نمونہ تھا، جس میں اخوت و مروت کی تصویر نظر آ رہی تھی، مقصد کی وہ بلندی اور اخوت کی وہ حقیقت جس کی مثال پر ان کی تربیت ہوئی تھی اور اس شاندار نمونے نے جس نے ان صفات کی طرف ان کی رہنمائی کی اس نے ان کے اندر فضل و شرف کا بیج بو دیا تھا، یہ وہی ایمانی اخوت تھی جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ایمان والوں کو ان کی آپس کی شفقت، محبت و الفت اور ہمدردی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ اگر اس کے کسی عضو میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء جسم باقی

صفحہ ۱۵ پر

ابھی تک فیصلہ نہیں ہوسکا ہے اگر جامعہ کے پرو وائس چانسلر اور ان کے حامی و مؤید اصحاب کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جارہا ہے، لبرل مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے مشیر الحسن صاحب کا نام لینا واضح کررہا ہے کہ کس طرح کے مسلمان یہاں کے لئے قابل برداشت ہیں یا لائق تحسین و ہمت افزائی ہیں، ان کے ٹھیک بالمقابل جو لوگ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دور سے یا نزدیک سے، بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی حملہ برداشت نہیں کرسکتے۔ اور اپنی تمام تر بداعمالیوں کے باوجود اس نام کی حرمت پر جان و مال سب کچھ قربان کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان کو بھی بنیاد پرست کے لفظ سے یاد کیا جائے یا نامذہبیت کے مخالف ذہن رکھنے والا ANTISECULAR MINDED کہا جائے وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے، تنابز القاب (تحقیر کے القاب تجویز کرنا) کا سلسلہ تو اسلام کی تاریخ میں کوئی نئی بات نہیں ہے، مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا ہے اور دشمنان اسلام کا شعار رہا ہے۔

حج مبارک

عطا عابدی

رحمتِ حق ہوئی جلوہ گر حاجیو — ہوگئی شام رشکِ سحر حاجیو
خود خدا جب کہ ہے راہ بر حاجیو — کیوں نہ چومے قدم رہ گزر حاجیو
آج تقدیر ہے اوج پر حاجیو
ہو مبارک یہ حج کا سفر حاجیو

نورِ تطہیر سے بھر گئی ہے فضا — ہر سو لبیک سے گونجتی ہے فضا
مشک و عنبر میں جیسے بسی ہے فضا — مرحبا مرحبا کہہ رہی ہے فضا
ایسے میں ہے تمہارا گزر حاجیو
ہو مبارک یہ حج کا سفر حاجیو

بھول کر ہند کی یادِ عیش و ستم — پاؤں آگے بڑھیں سوئے بابِ حرم
یہ دعا ہے، خدا کا ہو اتنا کرم — بطنِ مادر سے بچے لے جیسے جنم
اس طرح آؤ تم لوٹ کر حاجیو
ہو مبارک یہ حج کا سفر حاجیو

حاجیو! ایک شاعر کی ہے التجا — جب بھی ارضِ مقدس کا ہو سامنا
دل کی گہرائی سے مانگنا یہ دعا — جلد آئے وہ دن جب تمہارا عطا
دیکھے کاش طیبہ نگر حاجیو
ہو مبارک یہ حج کا سفر حاجیو

سنائے جاؤں گا میں غم کی ان کو داستاں کبتک

اثر عباسی

رہیں گے اہلِ گلشن اے فلک بے خانماں کبتک؟ — جلے گا برق کے ہاتھوں سے ان کا آشیاں کبتک؟
رہے گی میری وقفِ نالہ و شیون زباں کبتک؟ — سنائے جاؤں گا میں ان کو غم کی داستاں کبتک؟
ملے گا چین بھی یارب کبھی ہم دردمندوں کو؟ — یہ تنگیٔ زمیں کب تک یہ جورِ آسماں کب تک؟
رہِ ملکِ عدم دنیا میں کس کے ہاتھ آتی ہے؟ — چلے گا ڈھونڈتا منزل کو میرِ کارواں کب تک؟
بہار آئے گی کس دن گلستاں میں کیا خبر اسکو؟ — گریباں چمن چھوڑے گی فصلِ خزاں کب تک؟
اثرؔ ان کی طبیعت مجھ سے آخر صاف کب ہوگی
رہے گی یہ کدورت میرے ان کے درمیاں کبتک؟

بقیہ عبدالرحمن خاںؒ

اس کی فروخت کے لیے بھی کوشاں رہتے تھے اور مجھ سے اس کی نکاسی کا حال پوچھتے رہتے تھے، جب لکھنؤ تشریف لاتے تو احباب میں تقسیم کے لئے کتاب کے متعدد نسخے خرید کرلے جاتے اور اس طرح اس کے سب سے بڑے خریدار وہ خود تھے "صدر یار جنگ" کی اشاعت ثانیہ کے بھی وہ خواہش مند تھے اس لیے کہ ان کے پاس کتاب کا مزید مواد فراہم ہوگیا تھا۔ کتاب لکھنے کے بعد مجھ سے بھی انھیں تعلق پیدا ہوگیا تھا اور ہر ملاقات میں بڑی شفقت و عنایت سے پیش آتے تھے اور پرسش احوال کرتے تھے، کبھی براہ راست مجھے خط لکھتے اور کبھی حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے نام خط میں مجھے یاد فرماتے تھے، ان کے خطوط بہت دلچسپ ہوتے چھوٹے چھوٹے جملوں اور سادہ و بے تکلف تحریر کا ایک خاص نمونہ ہوتے تھے جن میں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے اسلوب کی جھلک محسوس ہوتی ہے اور وہ خطوط نگاری کا ایک اچھا نمونہ ہیں۔

"حبیب منزل" میں قیام کے دوران ان کے اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر ریاض الرحمن خاں شروانی کی مہمان نوازی علم دوستی، حسن اخلاق و وضعداری اور مشرقی شرافت و تہذیب کی ناقابل فراموش جھلکیاں نظر۔۔۔ آئیں، ان کی پابندیٔ اوقات، سحرخیزی حسن انتظام، خدمت خلق اور تقویٰ و دینداری کے نمونے بھی دیکھنے میں آئے، نماز صبح کے لیے نواب مزمل اللہ خاں شروانی کی مسجد میں جاتے ہوئے اکثر ساتھ ہوجاتا اور کبھی کبھی جماعت چھوٹ جانے کے خوف سے میں انھیں اس بڑھاپے میں بھی دوڑتے ہوئے دیکھ لیتا تھا، اخلاق و شرافت، وضعداری و دلداری، علم دوستی اور خدمت، اخلاص و ایثار، اور مشرقی تہذیب و نفاست، امانت و دیانت اور دین و دنیا کی جامعیت کے ایسے نمونے اب کہاں دیکھنے کو ملیں گے؟ ؎

ما احسن الدین والدنیا اذا اجتمعا

---

(۱) ان کے مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب صدر یار جنگ از شمس تبریز خاں ص ۲۲۶۔۲۲۸، اور شروانی نامہ: عباس خاں شروانی ۱۷۱ تا ۱۷۳

بقیہ توحید کی اہمیت

حج کا دروازہ کھل جائے گا جو چاہے گا اطمینان سے حج کرے گا چنانچہ سات سو آٹھ سو کے قافلے کے ساتھ انھوں نے حج کیا اور ایسی شان سے کہ آج تک نہ ہندوستان کے بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی ولی نے دھوم دھام کے ساتھ گئے، کلکتہ میں ایک دھوم مچی ہوئی تھی یہاں تک کہ والیان حکومت تماشہ دیکھنے کے لئے آتے تھے یا اللہ یہ کیا ہوا یہ لوگ جارہے ہیں جسم پر کپڑے پورے طور پر ٹھیک نہیں ہیں احرام کا بھی معلوم نہیں بندوبست ہو سکے گا یا نہیں اس طرح شوق سے پروانہ وار جارہے ہیں خدا کا شکر ہے کہ آج اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت سے اس وقت تک حج باقی ہے اور آپ کے رائے بریلی ضلع سے اور شہر سے کتنے لوگ ہر سال حج میں جاتے ہوں گے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ ابن تیمیہؒ کا مسلک

مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے کہ اس نے اس حادثہ پر بیزاری ظاہر کی ہو یا قصاص لیا ہو جو کہ اس پر واجب تھا اسی ترک واجب کی بنا پر اہل حق اس کو ملامت کرتے ہیں۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ہم نہ اس سے محبت کرتے ہیں اور نہ گالی دیتے ہیں۔ وہ بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ تھا بہتر یہ ہے کہ اس کے متعلق ہم اپنی زبانوں کو خاموش رکھیں کیونکہ اسی وجہ سے جاہل کہنے لگے کہ وہ اکابر صالحین اور ائمہ عدل میں سے تھا حالانکہ یہ کھلی ہوئی غلطی ہے۔ (ملخص)

الوصیۃ الکبریٰ ص ۲۹۹ تا ۳۰۱

سطور بالا کے پڑھنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بعض نئی تصنیفات میں شیخ الاسلام کی عبارتوں سے جو نفع اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے وہ کس قدر غلط اور بے محل ہے۔ میں نے اس نئی کتاب کے تمام حوالوں کو منہاج السنۃ سے ملا کر دیکھا ہے وہ سب حوالے اسی موقع کے ہیں جہاں شیخ الاسلام نے مناظرانہ رنگ میں الزامی جواب دیا ہے۔ اپنا اصل مسلک نہیں بیان کیا ہے۔ اس لئے مصنف نے حافظ ابن تیمیہ کی عبارتوں سے جو غلط مطلب نکالنا چاہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

صدق جدید لکھنؤ
۲۹ جنوری ۱۹۶۰ء

توحید کی اہمیت اور دینی تعلیم کی ضرورت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مدرسہ ضیاء العلوم میدانپور رائے بریلی کا سالانہ جلسہ ۲۶ رجب ۱۴۱۲ھ کو حسب معمول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا نے بیش قیمت کلمات ارشاد فرمائے۔ ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مدرسہ ہی کے استاذ مولوی انصار رضا نے اس کو قلم بند کیا اب افادہ عام کی خاطر ناظرین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین. أما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
ان الدین عند اللہ الاسلام.

میرے ہم وطن بھائیو، اور باہر سے آئے ہوئے مہمانو اور میرے عزیزو اور بزرگو!

آپ نے دنیا میں اکثر مذاہب کے نام سنے ہوں گے اور ہمارے ملک ہندوستان میں بھی کئی درجن مذہب ہوں گے، لیکن ہر مذہب اپنے نبی یا کسی بزرگ کے نام سے یا کسی دیش کے نام یا کسی قوم و نسل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مثال کے طور پر دنیا کا ایک بڑا مذہب جو اسلام کے بعد یا اسلام کے برابر یا شاید تعداد کے لحاظ سے کچھ زیادہ پھیلا ہوا ہے وہ عیسائیت ہے انگریزی میں ـــــ Christianety کہتے ہیں اردو میں عیسائیت کہتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب اس کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے، اور (Christianety) کرسچینٹی (Christ) کرائسٹ سے بنا ہے۔ دوسرا یہودی مذہب جو بہت پرانا مذہب ہے، اور اس کی کتاب تورات جس کا نام قرآن شریف میں بار بار آتا ہے، یہود کی طرف منسوب ہے جو ایک پیغمبر کے بیٹے تھے اور ممکن ہے کہ وہ خود بھی پیغمبر رہے ہوں، اور مجوس بھی ایک قوم ہے ایران میں، نسل و قوم کی طرف ان کی نسبت ہے ہندوستان میں رہنے والوں کو ہندو کہا جاتا ہے یہ اس کی طرف منسوب ہے اور اس طرح سے برہمن ازم برہمن کی طرف منسوب ہے اور اسی طرح سے بودھ ازم بودھ مذہب گوتم بودھ کی طرف منسوب ہے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے ایک پہونچے ہوئے آدمی تھے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات محفوظ ہیں اس سے دسواں نہیں پچاسواں حصہ بھی کسی کے حالات محفوظ نہیں، اکثر سنی سنائی کہانیاں ہیں یا دلچسپ قصے ہیں یا مہابھارت وغیرہ کی طرح کے جنگ کے واقعات ہیں اس طرح جینی مذہب وہ بھی ایک نسل کی طرف منسوب ہے، تو یہ کیا بات ہے کہ اسلام کا نام اپنے پیغمبر کی طرف منسوب کرکے کیوں نہیں رکھا گیا جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں ہونا چاہئے اگر شک ہو خدانخواستہ تو اس کا ایمان مشکوک ہے کہ اللہ کو اپنی پوری پیدا کی ہوئی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، لیکن ان کی طرف بھی اس مذہب کو منسوب نہیں کیا گیا اسلام حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے آپ کی دی ہوئی دولت ہے اور آپ ہی کی برکت سے اور آپ ہی کی محنت سے اور آپ ہی کی دعوت الی اللہ سے ہم تک پہونچا اور چل رہا ہے، اور چلتا رہے گا ان شاء اللہ لیکن کوئی پڑھا لکھا آدمی اسلام کے سوا اس کا کوئی اور نام نہیں لے گا۔

اللہ تعالیٰ جب بھی ذکر کرتا ہے تو الدین کے نام سے الاسلام کے نام سے اور یہاں فرمایا گیا ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اللہ کے یہاں جو دین معتبر ہے، جو سکہ یہاں چلتا ہے اور مانا ہوا ہے وہ ہے الاسلام اور دوسری جگہ فرمایا گیا "اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین" جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کہا اَسلم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردو، اپنے کو اللہ کے حوالہ کردو، اس سپردگی کا نام اسلام ہے حضرت ابراہیمؑ نے کہا اَسلمتُ لربّ العالمین، میں نے رب العالمین کے حوالہ سب کچھ کردیا، تو اسلام کے معنی کیا ہیں اسلام کے معنی ہیں سپردگی و حوالگی یعنی آدمی ہر چیز سے دستبردار ہوجائے عقائد سے لے کر اعمال تک اعمال سے لے کر اخلاق تک اخلاق سے لے کر تہذیب تک تہذیب سے لے کر معاشرہ تک آپس کے خاندانی تعلقات اور زندگی کے فرائض شادی بیاہ، جینا مرنا، لینا دینا اور تجارت کے اصول اور کاروبار کے طریقے، ایک دوسرے کے ساتھ معاملات، آپسی حقوق، سب حکم الٰہی کے تابع ہوجائیں، خود کسی چیز کا عہدیدار نہ ہو، نہ کسی چیز کو پکڑے ہوئے ہو کہ اسے کسی طرح ہم نہیں چھوڑ سکتے، یہ بزرگوں سے ملا ہے، یہ ہوتا چلا آیا ہے، ہرگز نہیں، اسلام کے معنی یہ ہیں کہ سب سے دستبردار ہوکر اللہ کے حوالہ اپنے آپ کو کردینا اور کہنا کہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا، اب اللہ کے حکم کو میں نے مان لیا، اللہ کے قانون اور اس کی فرماں روائی کو مان لیا، اور اس کو مان لیا کہ قانون بنانے والا وہ ہے، اور زندگی کا سانچہ بنانے والا وہ ہے چلانے والا وہ ہے، اور جس کے کہنے سے کوئی چیز اچھی ہے، اس کے ماننے سے کوئی چیز اچھی ہے، اس کے نہ ماننے سے کوئی چیز اچھی نہیں ہے، سب بالکل اللہ کے حوالہ کردے اس کا نام ہے اسلام، بہت کم ہمارے بھائیوں نے غور کیا ہوگا یہ قاعدہ ہے کہ دنیا کی جو بات سکہ کی طرح چلی ہوئی ہوتی ہے زبان میں داخل ہوجاتی ہے اٹھتے بیٹھتے آدمی اس کو کہتا رہتا ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور نوبت نہیں آتی برسوں نوبت نہیں آتی کتنے نام آپ گھر پر سنتے ہوں گے اپنے بچوں کے نام لیتے ہوں گے اور سنتے ہوں گے کبھی آپ کو خیال نہیں ہوگا کہ اس کے معنی کیا ہیں، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو دنیا میں ہوا میں پھیلی ہوئی ہیں پانی میں سمائی ہوئی ہیں فضا میں بسی ہوئی ہیں آدمی اس پر غور نہیں کرتا۔ تو آج ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ اس پر غور کیجئے اس دین پر جو اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور جس پر نجات منحصر ہے اس دین کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام کیوں رکھا اس کے معنی ہیں سپردو حوالہ کردینا ہماری رائے کوئی رائے نہیں ہماری چیز کوئی چیز نہیں ہماری پسند کوئی پسند نہیں ہماری چاہت کوئی چاہت نہیں ہمارا انتخاب کوئی انتخاب نہیں ہمارا فیصلہ کوئی فیصلہ نہیں ہمارا قانون یا کسی کا قانون دنیا میں کوئی قانون نہیں اب اللہ کی بات چلے گی جو وہ کہے گا وہ ہم اختیار کریں گے جس کو اچھا کہے گا اس کو اچھا مانیں گے جس کو برا کہے گا اس کو برا مانیں گے یہ ہے اسلام انگریزی میں جس کو کہتے ہیں سلنڈر کردینا جب دو فوجیں لڑتی ہیں اور ایک فوج بالکل ہتھیار ڈال دے اور بالکل گرجائے اور اس کے سامنے اپنی ہار مان لے شکست تسلیم کرلے اور اپنے کو ان کے حوالہ کردے کہ چاہیں قیدی بنالیں تو قیدی ہیں مارنا چاہیں تو ماریں ہم مقابلہ نہیں کرسکتے اس کو سلنڈر کہتے ہیں اور یہ سیاسی تاریخ میں جنگوں کی تاریخ میں حکومت کی تاریخ میں حکومتوں کی تاریخ میں بار بار پیش آتا ہے تو اسلام کے معنی سلنڈر ہوجانا یا اپنے کو بالکل اللہ کے حوالہ کردینا۔

اب ہماری مرضی کوئی مرضی نہیں ہے اور سنی سنائی باتیں بھی اور بزرگوں سے جو کچھ ہوتا آرہا ہے وہ بھی کچھ نہیں۔ روایات اور رسمیں جس کو مضبوطی سے پکڑا جاسکتا ہے کچھ نہیں لیکن ہم بالکل خالی ہوکر آرہے ہیں۔ ہر چیز سے آزاد ہوکر ہر چیز کو پیچھے چھوڑ کر اور ہر چیز سے بے تعلقی اختیار کرکے ہر چیز سے رشتہ توڑ کر جتنی دنیا میں بڑی بڑی تعریف کی باتیں ہیں جو سیکڑوں برس سے رسم و رواج چلے آرہے ہیں اور جس کے اوپر تعریف کی جاتی ہے ڈنکے بجتے ہیں اور دھوم مچ جاتی ہے اور جن کی وجہ سے بڑے بڑے خطابات ملتے ہیں اور ہر شخص جہاں جاتا ہے اس کی عزت کی جاتی ہے ہم کو اس چیز سے کوئی مطلب نہیں ہم تو بس زندگی کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی قانون مانتے ہیں جس کا نام اسلام ہے

دیکھئے قرآن مجید میں ایک لفظ اور آتا ہے سوچنے کی بات ہے وہ لفظ ہے الجاہلیۃ بے ادبی ہوگی کہ میں کہوں یہ گالی کا لفظ ہے قرآن مجید کو گالی سے کیا کام لیکن ہمارے آپ کے حساب اور زبان کے حساب سے گویا وہ ایک بہت بڑی حقارت اور ذلت کا لفظ ہے جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی بڑی برائی بیان کرنا چاہتا ہے تو ایک لفظ الجاہلیۃ کا بول دیتا ہے مثلاً "لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ" دیکھو اے عورتو! اے خواتین ایسی بے پردگی اختیار نہ کرنا جیسی کہ جاہلیت میں ہوتی تھی۔ یہاں پر جاہلیت کا لفظ بولا "واذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ" جب کہ لوگوں نے اپنے دل میں وہ جوش پیدا کیا جو جاہلیت کا جوش تھا بڑی برائی ہے ایسے ہی تین چار جگہ قرآن مجید میں جاہلیت کا لفظ آیا ہے عربی زبان تو بڑی وسیع ہے سیکڑوں ہزاروں لفظ اس ذخیرے میں محفوظ ہیں میں ایک زبان کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں اور کئی زبانوں کو جانتا ہوں عربی زبان سے بڑھ کر مرادفات اور عربی زبان سے بڑھ کر صفات کے الفاظ کسی زبان میں شاید ہی ہوں، کہتے ہیں شیر کے پتہ نہیں کتنے سو نام ہیں کھجور کے کتنے سو نام ہیں لیکن حضورؐ جب کسی سے بیزاری اور سخت ناراضگی کا اظہار کرتے تھے، آپ کو کسی بات سے سخت تکلیف ہوتی تھی اور گھن آتی تھی تو آپ وہاں جاہلیت کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ کو دیکھا کہ وہ ایک بات اسلام کے خلاف کر رہے تھے اسلام میں جو قانون مساوات ہے اور جو محبت واخوت ہے اس کے خلاف وہ کام کر رہے تھے تو فرمایا "انک امرؤ فیک جاھلیۃ" ابھی تک تمہارے اندر جاہلیت کی بو ہے اور فرمایا جو جاہلیت کا نعرہ لگائے کسی قوم ونسل کی دہائی دے تو کھلے طریقہ سے طعنہ دو بلکہ بہت کھلے طریقہ پر اس کو گالی دو یہ زبان نبوت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے زیادہ طاہر مطہر پاک زبان ہو نہیں سکتی اس کے سبب سے قرآن کریم گزر کر ہم تک پہونچا ہے اس زبان مبارک سے کہیں یاد نہیں پڑتا حدیث کے طالب علم کی حیثیت سے سیرت کے طالب علم کی حیثیت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت الفاظ کبھی کہے ہوں اس کو سخت چبھنے والی بات کہو اور اس کو شرم دلانے والی بات کہو اشارے کنائے سے بھی کام نہ لو آپ جانتے ہیں جاہلیت کے معنی کیا ہیں سن لیجئے جاہلیت کا ترجمہ اگر کیا جائے ہم عربی زبان اور اردو زبان دونوں سے تعلق رکھتے ہیں، جاہلیت کے معنی ہیں من مانی زندگی اور اسلام کے معنی ہیں خدا کی بتائی ہوئی زندگی، خدا کی پسندیدہ زندگی وہ زندگی گذارنا جو اللہ کو پسند ہے اور اپنی ہر چیز سے بالکل بے تعلق ہو کر دستبردار ہو کر اور سب سے ہٹ کر اللہ کی بات ماننا یہ ہے اسلام اور من مانی زندگی گذارنا یہ ہے جاہلیت، اور جاہلیت گویا ایسی چیز ہے کہ صحابہ کرام اور بزرگان دین اولیاء اللہ اس لفظ کی تاب نہیں لا سکتے تھے کوئی یہ کہتا کہ آپ جاہلیت کی بات کر رہے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ان کے چہرے پر سخت جلال، ناگواری کی کیفیت پیدا ہوتی اب اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان اسلام کی زندگی گذاریں یا جاہلیت کی زندگی گذاریں، اسلام کی زندگی یہ ہے کہ عقائد صحیح ہوں جو قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہوں اور حضورؐ نے بیان فرمائے ہوں، سن لیجئے یہ کارخانۂ عالم پوری کائنات اس کو خدا کے سوا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ کوئی چلانے والا ہے "الا لہ الخلق والامر" یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے انصرام اور انتظام کرنا یعنی خالق بھی وہی ہے منتظم بھی وہی ہے یہ نہیں کہ کسی کے حوالہ کر دیا جیسے محکمہ حوالہ ہو جاتے ہیں بڑے سے بڑا اسکندر مقدونی ہو یا کسریٰ ایرانی ہو یا قیصر رومی ہو بش ہو امریکہ کا صدر یا کہیں کا صدر، وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا اسی کا نام جمہوریت ہے کہ سب مل جل کر کام کریں اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کے یہاں یہ نہیں کہ کسی نے بڑی عبادت کی ہو نفس کو مارا ہو تو اس کو کوئی محکمہ سپرد کر دیا جائے کہ اولاد دینا اس کا کام ہے بیمار ڈالنا شفا دینا، روزی دینا کسی اور کے حوالہ کر دیا ہرگز نہیں "الا لہ الخلق والامر" یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اسی کا کام ہے حکم دینا نہ انبیاء نہ اولیاء نہ قطب نہ ابدال، نہ فرشتے، کسی کے اختیار میں یہ بھی نہیں ہے کہ پتہ ہلے اور ذرہ اپنی جگہ سے ہٹے سب خدا کے اختیار میں ہیں جب اس کا حکم ہوگا تب ہوگا چاہے وہ کسی کے ہاتھ سے کام کرا دے لیکن کوئی خود مختار نہیں ہے براہ راست کسی سے مستقل طور پر کوئی خیر اس کے اختیار سے نہیں ہوئی نہ انبیاء کے نہ اولیاء کے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتنا صاف بیان فرمایا کہ قیامت تک کے لئے بالکل دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیا اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ دنیا کا وہی پیدا کرنے والا ہے، دنیا تاج محل نہیں ہے شاہجہاں بنا کر چلے گئے اللہ تعالیٰ انھیں جنت نصیب کرے اب تاج محل پر ان کا قبضہ نہیں، کوئی تعلق بھی نہیں خدا بچائے کوئی ایسی پالش کر دے اس کے نقوش مٹا دے اور جو اس کے بنانے والے معمار تھے وہ بھی اس دنیا میں نہ رہے یہ دنیا تاج محل نہیں ہے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور وہی تنہا اس کو چلا رہا ہے۔ مٹی کا ایک ایک ذرہ ہوا کا جھونکا، درخت کا پتہ پتہ موت وزندگی تقدیر وقسمت عزت وذلت روزی وبیکاری شفا وبیماری بلندی وپستی یہ سب چیزیں خاص خدا کے ہاتھ میں ہیں کوئی کچھ نہیں کر سکتا کسی کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اپنی ہی چیز کسی کے اختیار میں نہیں کہ جب وقت آگیا وہ مہلت بھی نہ لے سکے یہ بھی نہ کہہ سکے کچھ خدمت کا موقع دیجئے اور زندہ رہنے دیجئے یہ بھی نہیں۔ "لا یستقدمون ساعۃ ولا یستاخرون" جب وقت مقرر آجاتا ہے تو پھر ایک منٹ کی نہ تاخیر ہو سکتی ہے اور نہ تعجیل ہو سکتی ہے۔

ایک بات سن لیجئے سمجھ لیجئے عقائد تو یہ ہیں اعمال واخلاق نیک زندگی گذارنا سب اللہ کے حکم کے مطابق ہونا چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہئے نماز فرض ہے تو نماز فرض ہے کوئی چیز اس کا بدل نہیں ہو سکتی چاہے آپ کچھ کریں گھر لٹا دیں اور چاہے آپ گردن کٹا دیں چاہے آپ اولاد کو مٹا دیں چاہے آپ ایسی عبادت کریں کہ ایک منٹ کے لئے آپ کی پلک نہ جھپکے کوئی چیز بھی نماز کا بدل نہیں ہو سکتی اسی طرح صاف سن لیجئے کہ ان میں ملک فہد ہے کہ جو حجاز مقدس کے خادم اور امین ہیں یا جن کے ہاتھ میں بیت اللہ کی کنجی ہے ان سے لے کر خواہ کوئی نواب ہو یا رئیس یا کہیں کا بڑا سے بڑا عالم ہو، ظہر کی نماز چار رکعت فرض ہے میں مسافر کی نماز کو مستثنیٰ کرتا ہوں جو چار رکعت میں کمی کرے کافر ہو جائے گا اگر ساری دنیا کے علماء جمع ہو کر یہ کہہ دیں کہ ظہر کی نماز آج سے ۳ رکعت ہوا کرے گی تو سب کافر ہو جائیں گے کوئی عالم نہیں جو اس کے خلاف فتویٰ دے صاف صاف کہتا ہوں بالکل دعوے کے ساتھ اگر ان میں اولیاء اللہ بھی ہوں (خدانخواستہ) وہ بھی کہہ دیں کہ آج کی تاریخ سے ظہر کی نماز ساری دنیا میں یا تم اپنے ملک میں یا تم اپنے شہر میں اب ۳ رکعت پڑھ سکتے ہو بالکل کفر کی مہر لگ جائے گی ان کے کفر میں ذرہ برابر شک نہیں کوئی کہہ دے زکوٰۃ اب سے نہیں ہوگی اب اقتصادی حالت ایسی نہیں ہے یا وہ یہ کہ پرانی باتیں تھیں اس وقت بہت غربت تھی اب زکوٰۃ دینا فرض نہیں ضروری نہیں کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ کوئی کہہ دے حج ذمہ سے ساقط ہو گیا ہے تو اب کافر ہو جائے گا ابھی ہندوستان ہے یہاں تیرھویں صدی میں بعض علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں پر حج فرض نہیں رہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من استطاع الیہ سبیلا" جس کو راستہ ملے وہ جائے یہ حسن رہے اور یہ بادبانی کشتیاں ہیں ہلاکت کا خطرہ ہے تو ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ حج فرض نہیں رہا آپ کے اسی گاؤں سے جو تکیہ دائرہ شاہ علم اللہ کہلاتا ہے اس کی ایک ہستی حضرت سید احمد شہیدؒ کھڑی ہوئی اور انھوں نے سارے ہندوستان میں اعلان کر دیا کہ ہم حج کو جاتے ہیں جس کا جی چاہے اس کے پاس خرچ ہو یا نہ ہو وہ ہمارے ساتھ چلے اور حج فرض ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں اور اپنے ساتھیوں سے کہا انشاء اللہ

باقی ص ۱۱ پر

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا صحیح مسلک

مولانا محمد اویس ندوی نگرامیؒ استاد تفسیر ندوۃ العلماء

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں منہاج السنۃ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس کتاب کی تاریخ یہ ہے کہ شیخ الاسلام کے زمانہ کے ایک شیعی عالم ابن مطہر حلی نے مذہب امامیہ کی تائید ونصرت میں منہاج الکرامۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب میں چار باتوں پر بحث تھی (۱) مسئلہ امامت (۲) مذہب امامیہ کا واجب الاتباع ہونا (۳) امامت سیدنا علیؓ کے دلائل (۴) ائمہ اثنا عشر کی امامت (۵) حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ابطال۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ کے نام سے اس کتاب کی ایک محققانہ تردید لکھی اور ابن مطہر حلی کے ہر اعتراض کا انتہائی مدلل جواب دیا ان جوابات کے ضمن میں حضرت سیدنا علیؓ مرتضیٰ اور امیر معاویہؓ کے اختلافات نیز سیدنا حسینؓ کے واقعہ کربلا کا ذکر بھی آیا ہے۔ جن لوگوں نے منہاج السنۃ کو بالاستیعاب نہیں پڑھا ہے ان کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے کہ شیخ الاسلام نے منہاج السنۃ میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ اور حضرت سیدنا حسینؓ کے موقف سے اختلاف کیا ہے بعض تازہ تصنیفوں میں اپنے نظریات کی تائید میں انھیں عبارتوں سے کام لیا گیا ہے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔

صحیح صورت حال یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے اس کتاب میں جا بجا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے سلسلہ میں ہمارا وہی خیال ہے جو محققین اہل سنت والجماعت کا ہے لیکن اگر شیعہ حضرات حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ پر معترض ہوں گے تو جس دلیل سے وہ ان لوگوں پر معترض ہوں گے اسی دلیل سے وہی اعتراض سیدنا علیؓ پر بھی ہو سکتا ہے۔

اسی اصول کے پیش نظر انھوں نے مسائل متعلقہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے ورنہ جہاں تک سیدنا علی مرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے حالات کا تعلق ہے شیخ الاسلام کی رائے وہی ہے جو علماء اہل السنۃ والجماعت کی رائے ہے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

منہاج السنۃ ج دوم ص۲۰۶ میں ارشاد ہے۔

اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ امامت کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا، رسول اور مسلمانوں کے نزدیک افضل ہیں بمقابلہ امیر معاویہؓ کے! اور سیدنا علیؓ تو ان سے بھی افضل ہیں جو امیر معاویہؓ سے افضل ہیں۔

اسی جلد دوم ص۲۱۹ میں ارشاد ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ بہتر تھا کہ لڑائی نہ ہوتی۔ لڑائی کا نہ ہونا دونوں گروہوں کے حق میں بہتر تھا لیکن امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ زیادہ حق سے قریب تھے۔ یہی قول امام احمد اور اکثر ائمہ اور اکابر صحابہ وتابعین کا ہے۔

جلد سوم ص۲۴۱ میں فرمایا۔

جمل وصفین میں اکثر صحابہ نے نہ ادھر جنگ میں شرکت کی نہ ادھر، مثلاً سعد بن ابی وقاصؓ۔ ابن عمرؓ، اسامہؓ بن زید، محمد بن مسلمہؓ۔ مگر اس کے باوجود یہ سب لوگ حضرت علیؓ کی عظمت کرتے تھے ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کو دوسروں کے مقابلہ میں بڑا جانتے تھے اور ان کے زمانہ میں کسی کو ان کے مقابلہ میں امامت کا زیادہ حقدار نہیں جانتے تھے۔

جلد دوم ص۲۴۲ میں فرمایا۔

اہل سنت خلفاء کی خلافت پر نصوص سے استدلال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کی خلافت اہل شوکت کی بیعت سے منعقد ہوگئی اور حضرت علیؓ کی بیعت اہل شوکت نے کی تھی گو ان پر وہ اجماع نہ ہو سکا جو ان سے پہلوں پر ہوا تھا مگر کوئی شک نہیں کہ اہل شوکت کی بیعت سے ان کو طاقت حاصل تھی اور نص دلالت کرتی ہے کہ ان کی خلافت خلافت نبوۃ تھی اور جن لوگوں نے ان پر بیعت نہیں ان کا عذر اس سے زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ سعد بن عبادہ کا عذر حضرت صدیقؓ پر بیعت نہ کرنے کا ظاہر ہے۔

اپنے اسی خیال کا اظہار شیخ الاسلام نے اپنے رسالہ الوصیۃ الکبریٰ میں بھی حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ سیدنا علیؓ افضل اور حق سے زیادہ قریب تھے بمقابلہ امیر معاویہؓ کے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں جنھوں نے ان سے قتال کیا ص۲۹۰ (مجموعہ رسائل کبریٰ جلد اول)۔

شیخ الاسلام کی جن عبارتوں کو سیدنا علیؓ پر اعتراض سمجھا جاتا ہے اس کی حقیقت امامیہ کے مقابلہ میں محض الزامی جوابات کی ہے۔ اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔

منہاج السنۃ جلد چہارم ص۱۶۲ میں ارشاد ہے (ملخصاً)۔

حضرت علی آخر خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی خلافت خلافت نبوت ورحمت ہے لیکن اگر معترض حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی قدح کرے گا (آگے خلافت شیخین پر قدح کی تفصیل ہے) تو معلوم ہے کہ اگر (شیخین کی) یہ قدح صحیح ہوگی تو بدرجہ اولیٰ اس کے حق میں زیادہ صحیح ہوگی جس نے مسئلہ خلافت میں قتال کیا وغیرہ۔

اور جب ہم خوارج کے مقابلہ میں حضرت علی کی طرف سے دفاع کرتے ہیں تو ہم شیخین کی طرف سے بطریق اولیٰ دفاع کریں گے۔

جلد سوم ص۱۹۵ میں حضرت علی کی طرف دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر کوئی حضرت علیؓ پر اعتراض کرے کہ انھوں نے امیر معاویہؓ ان کے رفقاء اور حضرت طلحہ وزبیر سے جنگ کی تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ جن لوگوں نے حضرت علی سے جنگ کی حضرت علی ان سے افضل اور عدل وعلم میں ان سے زیادہ تھے اس لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان سے لڑنے والوں کو عادل کہا جائے اور ان کو ظالم کہا جائے۔

پھر فرمایا:

کہ جس طرح اس قسم کے اعتراض کرنے والوں کے مقابلہ میں حضرت علی کی طرف سے حمایت اور جواب دہی واجب ہے اسی طرح بطریق اولیٰ حضرت عثمانؓ کی طرف سے حمایت ضروری ہے!

یہی صورت سیدنا حسینؓ کے معاملہ میں بھی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس مسئلہ میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو عام اہل سنت کا ہے۔

منہاج السنۃ جلد دوم ص۲۵۵ میں فرماتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ناصبیوں کا غلو ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے خروج کیا اور ان کا قتل جائز تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کسی ایک آدمی پر متفق ہو اور کوئی اگر تم میں تفریق پیدا کرنا چاہے اس کی گردن مار دو وہ خواہ کوئی بھی ہو اہل سنت ان دونوں کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ مظلوم شہید کئے گئے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے تھے اور جس حدیث سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ ان پر صادق نہیں ہوتی ہے۔

اسی جلد کے ص۲۴۸ میں فرماتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ مظلوم شہید ہوئے اور جس نے قتل حسینؓ کا ارتکاب کیا یا قتل حسین میں امداد کی یا قتل سے راضی ہوا وہ خدا اور اس کے رسول کا گنہگار ہے۔

شیخ الاسلام نے اسی خیال کا اظہار رسالۃ الوصیۃ الکبریٰ کے الفاظ میں کیا ہے۔ (ملخصاً)

سیدنا حسینؓ کا قتل عظیم الشان مصائب میں سے ہے کیونکہ سیدنا حسینؓ اور ان سے بیشتر سیدنا عثمانؓ کا قتل اس امت کے اندر فتنوں کا سب سے بڑا سبب ہے اور ان لوگوں کو انھوں نے قتل کیا جو خدا کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

مجموعہ رسائل کبریٰ ص۳۰۰

یزید کے متعلق بھی حافظ ابن تیمیہ نے وہی صحیح مسلک اختیار کیا ہے جو محققین اہل السنۃ والجماعت کا پسندیدہ ہے۔ رسالہ الوصیۃ الکبریٰ میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ یزید کے متعلق لوگوں نے افراط وتفریط کا معاملہ کر رکھا ہے۔ ایک جماعت نے کافر زندیق کے لقب سے اس کو یاد کیا۔ دوسری جماعت نے اس کو ائمہ ہدیٰ میں شمار کیا، یہ دونوں طریقے اہل علم کے مسلک کے خلاف ہیں۔ یزید نہ تو کافر زندیق تھا اور نہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے صلاح وتقویٰ کی شہرت ہو وہ قتل حسینؓ کا خواہشمند نہ تھا

باقی ص ۱۰ پر

الحاج مولوی عبدالرحمٰن خاں شروانی مرحوم
(ملت اسلامیۂ ہند کی ایک مخلص شخصیت)

از: ڈاکٹر شمس تبریز خاں ——— شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی

اس دور قحط الرجال میں جب کہ ملت اسلامیۂ ہند کو ہر شعبہ زندگی میں رجال کار کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے اور قدیم و معتبر ادارے، انجمنیں تحریکیں موثر، مفید اور فعال شخصیتوں سے خالی ہوتی جا رہی ہیں، ایسے میں دین و دنیا، علم و ادب، دولت و سیاست خوف خدا اور خدمت خلق کی کسی جامع شخصیت کا اٹھ جانا جتنا بھی افسوس ناک قرار دیا جائے کم ہے، ملت اسلامیۂ ہند کو ایسا ہی حادثہ، مئی ۱۹۹۲ کو پیش آیا جب ایک نامور والد نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے صاحبزادے نواب مولوی عبدالرحمٰن خاں شروانی نے اس جہان فانی کو الوداع کہی اور اپنے پیچھے عزیز و اقارب، دوست احباب، اور نیاز مندوں کے علاوہ مختلف مرکزی ملی اداروں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ مشاہیر اور بڑے لوگوں میں چند ہی خوش قسمت ایسے ہوتے ہیں جن کو لائق فرزند و جانشین میسر ہوتے ہیں انھیں خوش نصیبوں میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی بھی تھے جن کو مولوی عبدالرحمٰن خاں جیسا لائق فرزند ملا جو ان کا خلف الصدق کہلانے کا مستحق اور الولد سر لابیہ کا نمونہ تھا نواب صدر یار جنگ جس طرح علم و عمل، دین و ادب اور امارت و ریاست اور تقوی و طہارت کی نادر جامعیت رکھتے تھے کچھ اسی طرح کی جامعیت الحاج مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب شروانی مرحوم بھی رکھتے تھے جس میں ادب کے بلند معیار کی تلافی ان کے علمی اشتغال، ذوق مطالعہ حسن مذاق تہذیب و شائستگی اور انتظامی صلاحیت سے ہو جاتی تھی اور وہ کسی بزم و محفل میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے تھے، اردو فارسی ادبیات سے وہ بخوبی واقف تھے، تاریخ اسلام اور مذہبی امور و مسائل پر بھی ان کی نظر تھی، ان کی گفتگو خوش گفتاری لطیف و شائستہ طنز و مزاح، دلنوازی اور ہمدردی کا نمونہ ہوتی تھی لکھنے کا رجحان کم تھا لیکن مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ترجمان، کانفرنس گزٹ، (علیگڈھ) میں کبھی کبھی تعلیمی مسائل پر اظہار خیال کرتے تھے ان کی سیاست کا محور ہندو مسلم اتحاد مسلمانوں کی ترقی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی تھا وہ ۱۵ اگست ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے اور مسلم یونیورسٹی اور عربک کالج دہلی میں تعلیم پائی، اور اپنے والد کے ساتھ ریاست کا انتظام سنبھالا۔ ۱۹۲۳ء میں بلا مقابلہ یوپی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۵ء میں ان کے مخالف امیدواروں کی ضمانت ضبط ہو گئی، اپنے حسن انتظام کے سبب وہ اسمبلی کی مالیاتی کمیٹیوں کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۲۸ء میں حکومت سے انھیں خان بہادر کا بھی خطاب ملا تھا۔

ملک کے ممتاز ملی اداروں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دار العلوم دیوبند ندوۃ العلماء لکھنؤ، دار المصنفین اعظم گڈھ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کے علاوہ وہ ڈیوٹی سوسائٹی علی گڈھ، اسلامیہ کالج اٹاوہ، مسلم مسافر خانہ علی گڈھ، گاندھی اسپتال علی گڈھ، وقف کرنال، وغیرہ جیسے بہت سے اداروں کے مشورہ و انتظام میں شریک تھے اپنے والد ماجد کی طرح وہ بھی مسلم یونیورسٹی سے دلی تعلق رکھتے تھے اور ملت کے اس ممتاز تعلیمی ادارے کی تعمیر و ترقی سے ذاتی وجذباتی لگاؤ رکھتے تھے، وہ ۱۹۱۸ء میں مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کیٹی کے ممبر ہوئے اور اس کے بعد سے برابر کسی نہ کسی طرح اس سے وابستہ رہے۔ ۱۹۲۳ء میں یونیورسٹی کورٹ اور اکزیکوٹیو کے ممبر ہوئے، تین بار یونیورسٹی کے اعزازی خازن رہے اور چار مرتبہ انھوں نے یونیورسٹی کے قائم مقام وائس چانسلر کی حیثیت سے کام کیا، مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کی تحریک میں بھی وہ آگے رہے۔ ۱۹۸۴ء میں اقلیتی کردار کی بحالی کے بعد وہ یونیورسٹی کے پرو چانسلر ہوئے جس پر تاحیات فائز رہے، انھیں یہ فخر و اعزاز بھی حاصل تھا کہ سر سید مرحوم کی طرح وہ بھی تا حیات مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری اور ڈیوٹی سوسائٹی کے صدر رہے۔

ان کے عہد نظامت میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ایک متحرک ادارہ تھا جس کے سالانہ جلسے بڑے اہتمام سے ہوتے تھے، ادھر کچھ عرصہ سے اس کے اجلاس تو نہیں ہو سکے لیکن ادارتی سرگرمیاں برقرار رہیں اس کے تعلیمی وظائف جاری رہے، تعلیمی لٹریچر شائع ہوتا رہا اور پندرہ روزہ "کانفرنس گزٹ" اردو اور انگریزی میں نکلتا رہا، ڈیوٹی سوسائٹی کی خدمت کو انھوں نے اپنے فرائض میں شامل کر لیا تھا، ابھی گزشتہ مارچ ۱۹۹۲ء میں اپنی علالت کے سبب شروانی صاحب اس کے لکھنؤ کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے لیکن اس کے مقامی صدر جناب محمد سلیمان صاحب کا بیان ہے کہ انھوں نے ان سے کہا کہ "سلیمان! میرا جسم علی گڑھ میں تھا لیکن میرا دل سوسائٹی کے اجلاس لکھنؤ میں تھا" انھوں نے اجلاس میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی شرکت پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا" وہ یونیورسٹی کے سب کچھ تھے اس لئے ان کا تعلق وائس چانسلر سے لے کر اس کے اساتذہ و طلبہ اور خدام سب سے تھا اور سب کی پریشانیوں کے رفع کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ یونیورسٹی کے عاشقوں میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کی طرح ان کا نام بھی ہمیشہ محبت و احترام سے لیا جاتا رہے گا۔

مسلم یونیورسٹی اور ایجوکیشنل کانفرنس کے بعد ان کو سب سے زیادہ تعلق خاطر تحریک ندوۃ العلماء سے تھا اور یہ تعلق بھی ان کو اپنے والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا وہ بڑی پابندی سے ندوہ کی مجلس انتظامی کے جلسوں میں شریک ہوتے اور اپنے مفید مشوروں سے ذمہ داران کو مستفید کرتے تھے، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے بھی انھیں بہت تعلق تھا اور دونوں حضرات ایک دوسرے سے محبت و اکرام کا جو معاملہ فرماتے وہ وضعداری اور مکارم اخلاق کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔

اخیر برسوں میں وہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی منتخب ہوئے تھے اور اس دینی ادارہ کو بھی انھوں نے اپنے مفید و صائب مشوروں سے نوازا، غرض ہندستانی مسلمانوں کے جن اداروں اور تحریکوں سے بھی ان کا تعلق رہا انھیں وہ اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے رہے اور پورے اخلاص کے ساتھ ان کی ترقی میں کوشاں رہے، وہ مسلم یونیورسٹی کے بہت سے عہدوں پر فائز رہے لیکن یونیورسٹی سے کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا" اور دوسرے اداروں سے بھی ان کا یہی معاملہ رہا، اسی کے ساتھ ان اداروں سے نہ انھوں نے خود کوئی ذاتی فائدہ اٹھایا نہ اپنے اعزہ و احباب کو بیجا فائدہ اٹھانے دیا جو اس دور میں ایک نایاب چیز ہے"۔ ان کے ایثار کی ایک بڑی مثال یہ بھی ہے کہ نواب صدر یار جنگ مولانا شروانی کا قیمتی نوادر پر مشتمل کتب خانہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے حوالے کر دیا جو "حبیب گنج کلکشن" کے نام سے موسوم ہے اور یونیورسٹی میں قلمی کتابوں کا شاید سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ ان کے اخلاص اور ایمانداری کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اپنے لائق و فاضل صاحبزادے ڈاکٹر ریاض الرحمٰن خاں شروانی کے لئے بھی مسلم یونیورسٹی سے کوئی مراعات نہیں حاصل کی جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔

میری شروانی صاحب سے ذاتی نیاز مندی ۱۹۷۱ء سے شروع ہوئی جب حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کے ایماء پر میں نے ان کے والد ماجد مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی سوانح حیات لکھنا شروع کی اور جس کی تکمیل کے لئے میں ان کے دولتکدے "حبیب منزل" علی گڑھ میں ہفتوں مقیم رہا اور حبیب گنج کلکشن کی کتابوں اور ان کے ذاتی ذخیرے، اور خود ان سے مواد حاصل کرتا رہا، یہ کتاب مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی، ظاہر ہے کہ اس کتاب سے سب سے زیادہ خوشی ان کو حاصل ہوئی جس کا اظہار انھوں نے میرے اور حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے نام متعدد خطوط میں کیا، کتاب عام طور پر پسند کی گئی، اس پر پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم نے بھی اپنی بڑی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد شروانی صاحب

باقی صلا پر

اسپین میں نشاۃ ثانیہ اور اس کی ابتدا

ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی

اسپین میں مختلف اسلامی تنظیموں، مسلم اداروں کے اشتراک تعاون سے جو اسلامی فیڈریشن قائم کیا گیا ہے یہ اسلام اور مسلمانوں کی اہم کامیابی ہے، اسپینی حکومت اور اسلامی فیڈریشن کے مابین ایک معاہدہ بھی ہو چکا ہے جس کی رو سے وہاں کی مسلم برادری کو بہت سے حقوق حاصل ہو جانے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اتحاد و اتفاق کے اس جرأتمندانہ اقدام سے اسلامی دعوت کے لئے اسپین میں راہیں ہموار ہو گئی ہیں۔

اسپین میں محکمۂ تفتیش کے قیام سے مسلمانوں کے نام و نشان مٹ گئے منصوبہ بند طریقے سے قتل و غارتگری، جلا وطنی کے شکار ہوئے حتی کہ اس سرزمین سے دین محمدی کا خاتمہ ہو گیا جو مسلمان کسی طرح بچ گئے تھے انہیں دیس نکالا دے دیا گیا حتی کہ سوائے نو آباد لوگوں کے مسلمانوں کا کوئی فرد بشر نہ بچا اور مغربی سبتہ و ملیلہ جو کبھی مسلم آبادی سے معمور تھے یہ دونوں ہی شہر ہمیشہ کیلئے اسپینی حکومت کے زیر نگیں آگئے موجودہ اسلامی بیداری کا تعلق چھٹی دہائی کے نصف آخر سے ہے یہ کام اس وقت شروع ہوا۔ جبکہ طلباء کی ایک بڑی تعداد نے عرب ممالک سے یورپی ممالک کی طرف جانا شروع کر دیا اور اسپین غیر محسوس طریقے سے ان لوگوں کی آماجگاہ بنتا گیا اسی طرح آہستہ آہستہ وہاں مسلم آبادی بڑھنی شروع ہوئی لیکن ساتھ ہی انہیں اپنے اندر سے احساس جہت ختم کرنے اور اپنا تشخص برقرار رکھنے کیلئے فکرمندی بھی رہی اور یہ پہلا مبارک قدم اس وقت اٹھایا گیا جبکہ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی نے ۱۹۶۷ء میں اسپین کا دورہ کیا اور قصر المراد کے زیر سایہ ایک جلسہ میں طلباء کو خطاب کرتے ہوئے وہاں ایک دینی اسلامی مرکز کے قیام کے لئے بڑی دلسوزی کے ساتھ دعوت دی تھی

جمہوری تغیرات

اس وقت کے اسپین اور موجودہ اسپین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت ایسے حالات تھے کہ اس قسم کا کوئی اقدام انتہائی دشوار ترین مسئلہ تھا اور سوائے کیتھولک اور عیسائی مذہب کے دیگر تمام مذاہب اور انکی مذہبی سرگرمیوں پر پابندی عائد تھی ——— پہلی بار جنرل فرانکو نے تمام اہل مذہب کو مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی اجازت دی لیکن ظاہر ہے کہ محض یہ رسمی اجازت تمام مسائل کا حل اور ساری مشکلات کا بدل نہیں ہو سکتی تھی کتنے ایسے مسائل تھے جو علی حالہ اپنی جگہ حل طلب تھے ان میں اہم ترین مسئلہ یہ تھا کہ سرکاری اعداد و شمار کے رجسٹر میں متعد علیہ کیتھولک عیسائیوں کے کسی کے نام کا اندراج نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی ان کے جیسے حقوق سے متمتع ہونا اور انکی جیسی مراعات سے فائدہ اٹھانا ان کیلئے ممکن تھا۔ پھر ۱۹۶۷ء میں اس قانون میں کچھ ترمیم ہوئی اور دائرہ عمل میں کچھ اور وسعت پیدا ہوئی، اور بعض دیگر شعائر اسلامی پر کھل کر عمل کرنا آسان ہو گیا اور پورے ملک میں دعوت و تبلیغ کے کام کیلئے راستہ بھی کھل گیا جس کے نتیجہ میں تقریباً ۵ ہزار کی تعداد میں تعلیم یافتہ حضرات نے اسلام قبول کیا، موجودہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ شہر سبتہ و ملیلہ میں مسلمان تین ہزار کی تعداد میں موجود ہیں ۱۹۷۳ء میں دعوت و ارشاد کے دائرہ میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور پورے اسپین میں دعوت و ارشاد کا کام جاری ہو گیا، اور مختلف کتابوں کے ترجمے، اصلاحی دعوتی لٹریچر کی اشاعت اور مسلم طلباء کو کیمپوں میں اکٹھا کر کے ثقافت اسلامی کی تربیت کی گئی یورپ میں دعوت و ارشاد کے عمل کو جہت بنانے کیلئے آٹھویں دہائی کے آغاز کے ساتھ ہی میڈرڈ میں مکتبہ ندوہ عالیہ قائم کیا گیا۔

ایسا سوچنا غلط ہوگا کہ یہ اسلامی بیداری اس کے بعد کسی جمود کا شکار ہو گئی یا کسی ایک نقطہ پر آکر ٹھہر گئی بلکہ مستقبل کے نکتہ نے تمام کارکنوں کو دعوت اسلامی کے میدان میں گھیر رکھا ہے۔ خصوصاً نئی پود، جدید نسل پر محنت کی جا رہی ہے جس کے ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں ساتھ ہی تحریکی کاموں کیلئے افراد سازی کا کام بھی جاری ہے تاکہ نئی نسل کے دین و ایمان کے تحفظ کی ذمہ داری نبھا سکے۔ لیکن اس وقت ضرورت ہے کہ مختلف افکار و نظریات متعدد سرچشموں میں یک گونہ یکسانیت پیدا کی جائے اور اس سے ایک ایسا طریقہ کار کا استنتاج کیا جائے جس سے موجودہ چھوٹی چھوٹی کھائیاں پٹ جائیں اور مصالح عامہ کیلئے بھی سود مند ثابت ہو سکے

اسپین کے موجودہ حالات پر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی گہری نظر رکھتے ہیں کیونکہ جس وقت اسپین کے اندر اسلام انتہائی نازک حالات سے گزر رہا تھا اس وقت انہوں نے وہاں کا متعدد بار دورہ کیا تھا اس وقت وہاں کے مسلمانوں نے اسپینی دستور العمل کے ایک دفعہ کو بڑی شد و مد کے ساتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے وہ یہ ہے کہ اسپینی حکومت تمام قدیم مذاہب کا اعتراف کرتی ہے ڈاکٹر مبیح ملاتویش ڈائرکٹر اسلامی مرکز اسپین فرماتے ہیں کہ اس دفعہ کا تجزیاتی و قانونی حل کیلئے ہم لوگوں نے ایک کمیٹی قائم کیا پھر وزارت انصاف سے رابطہ قائم کر کے ان کے سامنے وہ تمام نقول، دستاویزات پیش کئے جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اسلام ایک قدیم آسمانی مذہب ہے اور ان سے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا جو الحمد للہ ہو بھی گیا۔

اسلامی اتحاد

طویل المسافت جہد طلب منزل کی طرف یہ پہلا قدم ہے جو نقشہ اُبھری نہیں کہلایا جا سکتا۔ ڈاکٹر مبیح ملاتویش کا کہنا ہے کہ پہلے ملک کے تمام انجمنوں اور اسلامی تنظیموں کو میڈرڈ میں منعقد کرنے والے ایک جلسہ میں گفتگو کی دعوت دی گئی۔ اس اجتماع کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسپین کے تمام اسلامی اداروں پر مشتمل اسلامی اتحاد کا قیام عمل میں آیا جس میں ۱۶ انجمنوں اور تنظیموں نے اپنے انضمام کی کاروائی مکمل کر لی ہے۔ اس اسلامی فیڈریشن نے صدر، ناظم، سکریٹری، جیسے عہدوں سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے ایک ہفت رکنی کمیٹی تشکیل دے دی ہے اور اس کیلئے ہر علاقہ سے ایک نمائندہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مرحلہ کے بعد پھر وزارت انصاف سے بات چیت کا دور شروع ہوا اور آخر کار وزارت انصاف نے اس تنظیم کو سرکاری حیثیت دیدی، کیونکہ وہ پوری مسلم برادری کی نمائندگی کر رہی تھی اس سلسلہ میں وزیر انصاف کی کوٹھی پر ایک میٹنگ بھی ہوئی جس میں وزیر انصاف و ملاتویش نے بار کباری میٹنگ کو خطاب کیا وزیر انصاف نے کہا کہ مسلم حقوق کے سلسلہ میں شروع ہی سے وسعت نظر کا ثبوت نہیں دیا گیا اور اس سلسلہ میں پیہم غلطیاں ہوتی رہیں۔ پھر اس کے بعد ملاتویش نے کہا کہ آج کا دن اسپین کی تاریخ میں یوم عدل کے نام سے جانا جائیگا اس کے بعد اس اسلامی فیڈریشن اور حکومت کے درمیان ہونے والے معاہدہ نامہ کی تیاری کے سلسلہ میں کامیاب گفتگو شروع ہوئی، ڈاکٹر مبیح ملاتویش کا کہنا ہے کہ ہم نے ۹۸ مسلم انجمنوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے۔ اور اس معاہدہ کا کام جاری ہے اسپینی حکومت کی مختلف وزارتوں کے ساتھ مختلف میٹنگوں میں بات چیت ہوتی رہی اور ہر ہر میٹنگ میں اس قضیہ سے متعلق ہونے والے دفعہ پر کھل کر بحث بھی ہوئی بالآخر معاہدہ کی کاروائی مکمل ہو گئی اور گزشتہ فروری کو معاہدہ نامہ پر دستخط بھی ہو گئے تھے اس کے بعد دو مرحلے اور باقی رہ گئے ہیں۔ ایک اسمبلی کی منظوری

میں ووٹنگ اگر یہ مرحلے طے ہو گئے جو انشاء اللہ ہو کر رہیں گے تو پھر یہ معاہدہ ایک اٹل قانون کی شکل اختیار کرے گا جس میں کسی بھی وزیر کو ترمیم و تنسیخ کی اجازت نہ ہوگی

اسلامی اتحاد کا مقصد

ڈاکٹر مبیج ملا حولیش کے قول کے مطابق ضروری تھا کہ وطنی امتیازات کے ساتھ دینی، ملی تشخصات کو باقی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کو بھی دوسرے مذاہب جیسے حقوق حاصل ہوں کیونکہ دوسرے مذاہب کا تعلق ایک حکومت سے ہے اور ایک ہی حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھ رہے ہیں دوسرا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اسپین کی اجتماعی سرکاری زندگی اور اسلامی زندگی کے درمیان حد فاصل قائم ہونا چاہئے تاکہ اسپینی مسلم باشندوں کو اپنی شناخت اپنی شخصیت کا ادراک ہو سکے اور جہاں چاہیں اپنے امتیازات اور تشخصات کا مظاہرہ بھی کر سکیں۔ اس عظیم اتحاد و اتفاق کے باوجود مسلمان ابھی اپنے تمام مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے ہیں اور یہ فطری مسئلہ ہے کیونکہ حکومت وقت کی دستوری پابندی اور اس سے اظہار وفاداری ان کے پیروں تلے زنجیر ثابت ہو رہی ہے لیکن اس دشواری کے باوجود ہم اپنے مقاصد کی بازیافت کیلئے اپنے تئیں پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔

اس ادارہ کی حیثیت ایک چینل کی ہے جو موجودہ اور آئندہ قائم ہونے والی ساری انجمنوں کی پاسبانی کر سکے گا اس طرح ہم کسی بھی نام و نہاد مسلم تنظیم کی دخل اندازی سے محفوظ رہ سکیں گے۔ یہ معاہدہ اپنی نوعیت کا پہلا معاہدہ ہے جو بارہ ابواب چالیس دفعات اور تین ضمیموں پر مشتمل ہے۔ جو مسجدوں عبادت گاہوں مدرسوں سے سکولوں، دینی تعلیم، دعوت اسلامی مسلم پرسنل لا جیسے حساس معاملوں قبرستان فوج میں بھرتی مسلح افواج کی اسلامی شناخت کے تحفظ کارخانوں جیلوں تک کے معاملات پر محیط ہے

اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی روزمرہ زندگی اور حکومت کے قوانین کے درمیان جو تضاد ہے اس کو ختم

لئے یا کم از کم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کا مطالبہ جاری ہے دستاویزات کی رو سے ایک مسلم مزدور کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ مسجدوں میں جا کر نماز جمعہ ادا کر سکے مختلف اسلامی تقریبات میں انہیں خصوصی رخصت دی جائے، رمضان المبارک میں افطار کے اوقات میں انہیں فرصت دی جائے ان کا کھانا غیر مسلموں کے کھانوں سے شرعی نقطۂ نظر سے ممتاز ہو یہ معاہدہ مسلمانوں کو مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس معاہدہ سے قبل مسلمانوں کو اپنی قبر کے حصول کیلئے خاصی رقم خرچ کرنی پڑتی تھی لیکن اب یہ ذمہ داری کارپوریشن کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے اعداد و شمار کے تناسب سے انہیں کوئی قطعہ زمین فراہم کرے۔

ایک غیر ضروری سوال جو بار بار اٹھایا جا رہا ہے کہ کیا ساری کوششوں کا ثمرہ اور اس عظیم فیڈریشن کی بساط اتنی ہی ہے یا کچھ اور بھی مقاصد ہیں تو ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے انشاء اللہ یہ معاہدہ بقیہ یورپی برادری کیلئے ایک آئیڈیل کی حیثیت سے سامنے آئیگا اور اس سلسلہ میں عالمی مساجد کونسل کی کوششیں بھی شامل حال رہی ہیں گی۔ جس وقت سے اس کو حکومت نے سرکاری حیثیت دے دی ہے اسی وقت سے اسپینی مسلم باشندے نہایت بے قراری کے ساتھ اس معاہدہ کی تکمیل کا انتظار کر رہے ہیں ڈاکٹر موصوف نے فرمایا کہ مسلمانوں کا ایک پلیٹ فارم پر اجتماع ہمارے لئے سب سے کٹھن مرحلہ تھا جو خدا کا شکر ہے کہ ہم نے طے کر لیا ہے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اس لائحہ عمل اور حسن فکر کو اپنے دیگر یورپی ممالک کو برآمد کریں۔

لکھنؤ کے معروف عطریات
شمامۃ العنبر زعفرانی حنا
مجموعہ وغیرہ
طلب فرمائیں
کارخانہ محمد سلیمان محمد یوسف
یوسف بلڈنگ، ۱۰، ناداں محل روڈ
لکھنؤ

مسلم لڑکیوں کا یتیم خانہ گیا
(گیا مسلم گرلس اورفینج)
واقع کلونا، ڈاک خانہ چیرکی ضلع گیا بہار (الہند)

مسلم لڑکیوں کا یتیم خانہ گیا کے مالی تعاون کے لئے (مولانا نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ، پروفیسر عبد المغنی صاحب پٹنہ اور مولانا محمد فاروق خاں صاحب مترجم ہندی قرآن شریف و حدیث اور مصنف ہندی اسلامی کتب) کی

اپیل

"جو شخص اپنے کھانے پینے میں سے یتیم کو حصہ دے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کو واجب کر دیتا ہے (حدیث) یہ ادارہ ہندوستان کی ریاست بہار، بنگال و اڑیسہ میں اپنے طرز کا پہلا اور واحد ادارہ ہے۔ جو جدید و قدیم تعلیم کا خالص مرکز اور قابل اعتماد اقامتی (RESIDENTIAL) تربیت گاہ ہے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء کو علمائے دین اور دانشوران ملت (مولانا نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ اور پروفیسر عبد المغنی صاحب پٹنہ) کے ہی ہاتھوں تین یتیم لڑکیوں سے ایک کرایہ کے کھپریل کے مکان میں زیر عمل آیا تھا۔ اس وقت ادارہ میں مختلف جگہوں کی اکاون (۵۱) یتیم طالبات ہیں۔ جن کا سارا خرچ ادارہ برداشت کرتا ہے۔ بیرونی مقیم و غیر مقیم طالبات علاوہ ہیں۔ تعلیم درجہ اطفال تا درجہ دہم (میٹرک X) تک اسلامیات کے ساتھ ہے۔ سالانہ خرچ دو لاکھ روپے سے زائد ہے۔ آپ حضرات سے ادارہ مالی تعاون کا خواستگار ہے۔ علمائے دین اور دانشوران ملت کی اپیلیں ذیل میں ہیں۔

۱۔ مولانا نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ

"یتیم خانہ کا قیام اور یتیم بچوں اور بچیوں کی کفالت مسلمانوں کی خاص روایت رہی ہے اور دینی اعتبار سے عظیم کار ثواب ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہاں مسلم یتیم بچیوں کے لئے یتیم خانہ کا افتتاح کیا جا رہا ہے۔ بلاشبہ یہ اہم دینی کام اور ملی ضرورت ہے۔ دل دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو کامیاب فرمائے۔"

۲۔ پروفیسر عبد المغنی صاحب بی۔ این۔ کالج، پٹنہ

"یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ادارہ بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور کام نہایت سلیقے سے ہو رہا ہے۔ امید اور دعا ہے کہ ادارے کے ترقیاتی منصوبے روبہ عمل آئیں گے اور ہمہ جہتی کے فروغ کا باعث ہوں گے۔ عوام و خواص کا فرض ہے کہ وہ ادارے کے ساتھ ہر ممکن تعاون پوری مستعدی اور سرگرمی سے کریں۔"

۳۔ مولانا محمد فاروق خاں صاحب مترجم ہندی قرآن شریف و حدیث

"آج مجھے مسلم لڑکیوں کا یتیم خانہ گیا کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسے دیکھ کر جو قلبی و روحانی مسرت ہوئی الفاظ میں اس کا اظہار ممکن نہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ قوم کی بچیاں قوم کا ایک ایسا قیمتی سرمایہ ہیں جس سے صرف نظر کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اس کا بخوبی احساس اس یتیم خانہ کے اعلیٰ ذمہ دار کے دل میں موجود ہے۔

اس یتیم خانہ میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مناسب نظم ذمہ داروں کے پیش نظر ہے۔ ادب اور دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ شعبہ دار الصنائع بھی قائم ہے جہاں بچیوں کو ان کے حسب حال صنعت و حرفت کی تعلیم بھی دی جاسکے گی۔ مطالعہ کے لئے لائبریری موجود ہے۔

ابھی تو یہ یتیم خانہ اپنے ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ پھر بھی اس کے معقول اور مثالی نظم و ضبط کو دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور انتہائی خوشی بھی۔ اس یتیم خانہ کے ذمہ داروں کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے مجھے امید ہے کہ یہ ادارہ ترقی کرے گا اور یہاں سے جو بچیاں نکلیں گی وہ زیور علم و ادب سے آراستہ اور بلند حوصلہ ہوں گی۔ جن پر قوم کو ناز اور فخر ہو سکے گا۔

توقع ہے کہ قوم اس ادارہ کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ قوم کا بھرپور تعاون اسے حاصل ہوگا۔ اہل علم حضرات اپنے نیک مشوروں سے بھی نوازیں گے۔"

نوٹ فرمالیں: چک ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں اور منی آرڈر پر مکمل پتہ۔

THE GAYA MUSLIM GIRLS' ORPHANAGE"

انگریزی میں ادارہ کا مکمل پتہ

THE GAYA MUSLIM GIRLS ORPHANANGE
AT KOLOWNA, P.O. CHIRKI, DIST. GAYA (BIHAR)

یاد رکھیں! یہ ادارہ شہر گیا سے (گیارہ میل) کے فاصلے پر اور یتیم خانہ اسلامیہ گیا واقع چیرکی سے (ایک میل) کی دوری پر واقع ہے جہاں رکشہ، ٹمٹم سے یا دوسرے مختصر راستہ سے پیدل بھی پہنچا جا سکتا ہے

ڈاکٹر محمد توفیق احمد خاں
اعزازی ناظم

اشتہار

قربانی کے مسائل

مولانا عبد الرؤف — (البلاغ کراچی)

قربانی کس پر واجب ہے۔

جس شخص پر زکوۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت ہو یا فاضل سامان پڑا ہو اس پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہو جاتے ہیں بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوۃ فرض نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے، یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے

لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جس پر زکوۃ فرض نہیں، اس پر قربانی واجب نہیں کیونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر زکوۃ فرض نہیں اس لئے کہ ان کے پاس سونا چاندی یا مال تجارت یا نقدی نصاب کے بقدر نہیں ہوتی لیکن بہت سا فاضل سامان پڑا ہوتا ہے (جیسے استعمال کیا ہوا ضرورت سے زائد فرنیچر وغیرہ) اگر یہ فاضل سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوۃ فرض نہیں ہوتی، ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر چاند کے اعتبار سے بارہ مہینے گزر جائیں اور قربانی واجب ہونے کے لئے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوبیس گھنٹے گزرنا بھی ضروری نہیں ہے، اگر کسی کے پاس بقرعید کی نویں تاریخ کو عصر کے وقت ایسا مال آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے اور وہ کل صبح تک اس کی ملکیت میں بھی رہا تو اس پر کل کو قربانی واجب ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے اور ہر ایک کی ملکیت علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے گی اگر کسی گھر میں باپ، بیٹے، بیٹوں کی ماں، ہر ایک کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی، البتہ نابالغ کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں عورتوں کے پاس عموماً اتنا زیور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں گائے بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، بھیڑا، دنبہ، دنبی کی قربانی ہو سکتی ہے ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا زیادہ قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو، لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہو سکتی، اسی طرح دوسرے حلال جنگلی جانور قربانی میں ذبح نہیں کئے جا سکتے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں یعنی ان میں سے ایک جانور سے سات قربانیاں ہو سکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بننے سے ان کا وکیل بن کر سات حصے تجویز کر کے ذبح کر دے یا مختلف گھروں کے آدمی ایک ایک یا دو دو حصے لے کر سات پورے کر لیں، مگر شرط یہ ہے کہ جتنے شریک ہوں ہر ایک کی نیت قربانی کی ہو یا کسی نے عقیقہ کے لئے ایک دو حصے لئے ہوں چونکہ عقیقہ میں بھی اللہ کی رضا کے لئے خون بہایا جاتا ہے اس لئے عقیقہ کا حصہ قربانی کے جانور میں لیا جا سکتا ہے جتنے لوگوں نے قربانی کے جانور میں شرکت کی، اگر ان میں سے کسی ایک آدمی کی نیت بھی اس گوشت کی تجارت کرنے یا محض گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی، اور اگر بھینس، گائے، اونٹ میں سات حصوں سے کم حصے کر کے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصہ لے لیا یا پانچ آدمیوں نے پانچ حصے کر کے ایک ایک حصہ لے لیا تب بھی قربانی درست ہو جائے گی بشرطیکہ کسی کا ساتویں حصے سے کم نہ ہو اور اگر آٹھ حصے بنا لئے اور آٹھ قربانی والے شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- چھوٹے جانور، یعنی بکرا، بکری وغیرہ میں شرکت نہیں ہو سکتی، ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔ (عالمگیری)

قربانی کے جانور کی عمریں:-

مسئلہ:- گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے، ہاں اگر بھیڑ یا دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو۔

قال علیہ الصلوۃ والسلام لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان۔

مسئلہ:- اگر جانور کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتلاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ (احکام عید الاضحیٰ و قربانی)

کیسے جانور کی قربانی درست ہے

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لئے بہت عمدہ، موٹا تازہ صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے، حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ، کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا پچھلا حصہ یا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ ایسے جانور کی قربانی کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت براء ابن عازبؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خصوصیت کے ساتھ چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو۔

۱۔ العرجاء البین ظلعھا،
یعنی وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

۲۔ والعوراء البین عورھا۔
یعنی وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

۳۔ والمریضۃ البین مرضھا۔
یعنی ایسا بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔

۴۔ والعجفاء التی لا تنقی۔
یعنی ایسا دبلا مریل جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ گودا نہ رہا ہو۔ (رواہ مالک والترمذی و ابوداؤد وغیرہ)

حضرات فقہاء کرام نے ان احادیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو جانور بالکل اندھا ہو یا بالکل کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم کٹ گئی ہو یا اس کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کٹ گیا ہو یا اتنا دبلا جانور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اگر جانور دبلا ہو مگر اتنا زیادہ دبلا نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

لیکن وہ ثواب کہاں ملے گا جو موٹے تازے جانور کی قربانی میں ملتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے گھٹیا قسم کا جانور اختیار کرنا ناسمجھی بھی ہے اور ناشکری بھی۔

مسئلہ:- جو جانور تین پاؤں پر چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا، یعنی چلنے میں اس سے کچھ سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے لیکن پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ:- جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو بھی باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے (دیکھئے ...)

مسئلہ:- اگر کسی جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے جتنی عمر قربانی کے جانور کی ہونی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر سینگ نکل کر ٹوٹ گئے تھے اور ان میں ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے اور اندر کی مینگ بھی ختم ہو گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

مسئلہ:- خصی جانور کی قربانی صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔ فقد روی ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- اگر مادہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکل آیا تب بھی قربانی ہو گئی اگر وہ بچہ زندہ ہے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔ (شامی)

مسئلہ:- اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے، ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو اسی کی قربانی کر دے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اسی جانور کی قربانی واجب ہو گی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی، تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہ وہی بکری خیرات کر دے۔

قربانی کا وقت

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے افضل دن بقرعید کا دن ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- بارہویں تاریخ کا سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کر لینا درست ہے جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں، چاہے رات لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو اور اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسا کہ شہروں میں بجلی کی ہوتی ہے تو رات کو قربانی

کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے (عالمگیری بتصرف)

مسئلہ:- قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے اور یا بیچ کر اس کی قیمت خیرات کردے وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہ وہی پیسے خیرات کرنا چاہئیں اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دیدیئے تو اچھا نہیں کیا مگر ادائیگی ہو گئی۔

مسئلہ:- اس کھال کی قیمت مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں یا مدرس، موذن و امام کی تنخواہ میں دینا درست نہیں ہے اگر ایسی غلطی کرلی ہے تو اس قدر رقم مسکینوں کو دیدیں اور توبہ بھی کریں آج کل بہت سی انجمنوں اور ویلفیر ایسوسی ایشنیں اور ہمدرد کلب اور امدادی کمیٹیاں نکل آئی ہیں اور کھالوں کا چندہ کرلیتی ہیں ان میں دبے دین بھی ہوتے ہیں جو اسلام اور قربانی کا مذاق اڑاتے ہیں مگر کھال کھینچنے کو تیار رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو شریعت کے قوانین سے واقف نہیں ہوتے، یہ لوگ شریعت کے احکام کی رعایت کئے بغیر آزادانہ رائے سے خرچ کرتے ہیں ان کو کھالیں دے کر ضائع نہ کریں الگ ورنہ آپ شرعی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوں گے۔ (جرم قربانی کے مسائل تفصیل آگے آرہے ہیں)

قربانی کی منت اور وصیت

مسئلہ:- جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا نہ ہو، اور منت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کرنا واجب ہے نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دے جتنا آپ نے کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو، اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ:- اگر کوئی شخص وصیت کر کے مر گیا کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیت کے مطابق اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ خیرات کردینا واجب ہے (واضح رہے کہ وصیت میت کے ترکہ کے تہائی کے اندر اندر نافذ ہو سکتی ہے)

غائب کی طرف سے قربانی

کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے بغیر اس کے کہنے یا لکھنے کے قربانی کردی، تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اس کے امر کے تجویز کرلیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر غائب آدمی کو خط لکھ کر وکیل بنادے تو اس کی طرف سے قربانی کرسکتے ہیں۔

جن کے عزیز افریقہ، ایشیا کے کسی دور کے شہر میں ہیں یا یورپ، افریقہ وامریکہ میں ملازم ہیں اگر وہ لکھ دیں کہ ہماری طرف سے قربانی کردی جائے تو ان کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا ہو جائے گی۔

قربانی کے بدلہ میں خیرات کرنا۔

اگر قربانی کے دن گذر گئے ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کردینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گنہگار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر اتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر شاہد ہیں اور خود ذبح کرنا افضل ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔

مسئلہ:- قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں، البتہ ذبح کرنے کے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" کہنا ضروری ہے اور سنت ہے کہ جب جانور ذبح کرنے کے لئے رو بقبلہ لٹائے تو یہ دعا پڑھے۔

"انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۔" اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

"اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیھما السلام"۔

آداب قربانی۔

قربانی کے جانور کو چند روز پہلے پالنا افضل ہے۔

مسئلہ:- قربانی کا جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کاٹنا جائز نہیں اگر کسی نے ایسا کرلیا تو دودھ اور بال یا ان کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے (بدائع)

مسئلہ:- قربانی سے پہلے چھری کو خوب تیز کرلے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور ذبح کرنے کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک پوری طرح جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (بدائع)

قربانی کے گوشت کے احکام:

مسئلہ:- قربانی کرنے والے کو اپنی قربانی کے گوشت کے متعلق اختیار ہے چاہے سارا گوشت اپنے گھر رکھ لے یا سارا گوشت خیرات کردے یا سارا دوستوں اور عزیزوں میں تقسیم کردے افضل یہ ہے کہ سارے گوشت کے تین حصے کرلے ایک تہائی حصہ خود رکھ لے اور ایک تہائی حصہ رشتہ داروں کو ہدیۃً پہنچادے اور ایک تہائی حصہ فقیروں اور محتاجوں کو دیدے۔ خیرات کرنے میں ایک تہائی سے کم نہ کریں تو بہت اچھا ہے (درمختار)

مسئلہ:- اگر ایک گائے یا بیل یا بھینس، یا اونٹ میں سات آدمی مل کر شریک ہوئے اور قربانی کی تو اب اس کا گوشت باہم اندازہ سے تقسیم نہ کریں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک وزن کر کے بانٹیں اگر کسی کے حصہ میں گوشت کم ہو گیا تو سود ہو جائیگا اور سود لینے والے اور دینے والے چاہے خلاف شرع یہ لین دین کریں سخت گناہ گار ہوتے ہیں اور جس کے حصہ میں گوشت زیادہ چلا گیا اس کو بھی اس کا کھانا جائز نہیں، بہر حال چاہے شرکاء اگرچہ خوش دلی سے ہر ایک شریک کو اجازت دے دیں کہ جو شریک جتنا چاہے گوشت لیجائے تب بھی کسی شریک کو اس طرح لینا جائز نہیں، البتہ اگر گوشت کی تقسیم میں سری پائے، کلیجے اور کھال کو بھی شامل کرلیا جائے اور مثلاً اس طرح تقسیم کیا جائے کہ چار حصوں میں ایک ایک پایا رکھ دیا جائے اور باقی تین حصوں میں سے ایک میں کھال ایک میں سری مع مغز اور ایک میں زبان اور کلیجے رکھ دیئے جائیں تو پھر وزن کر کے گوشت تقسیم کرنا ضروری نہیں اندازہ سے گوشت کے سات حصے کر کے مذکورہ چیزوں میں رکھ دیئے جائیں تو بغیر تولے بھی محض اندازے سے گوشت تقسیم کرلینا جائز ہے (عالمگیری)

مسئلہ:- اگر ایک جانور میں کئی شریک ہیں اور وہ سب گوشت آپس میں تقسیم نہیں کرتے، بلکہ اجتماعی طور پر ہی فقراء اور احباب میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو بھی تقسیم ضروری نہیں ہے ہاں شرکاء آپس میں تقسیم کریں گے تو اس میں وزن کے لحاظ سے برابری ضروری ہے یا وہ صورت اختیار کیجائے جو اوپر کے مسئلہ میں ذکر ہوئی۔ (شامی بتصرف)

مسئلہ:- قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے اسی طرح قصائی کو ذبح کرنے کی اجرت میں گوشت دینا بھی جائز نہیں اجرت علیحدہ سے دینی چاہئے (احکام عید الاضحی وقربانی)

مسئلہ:- اگر کسی نے غلطی سے یا جان بوجھ کر قربانی کا گوشت فروخت کردیا تو اتنے گوشت کی قیمت صدقہ کرے اور پھر صدق دل سے توبہ کرلے اور آئندہ احتیاط کرے۔ (عالمگیری بتصرف)

مسئلہ:- قربانی کا گوشت غیر مسلم جیسے عیسائی یہودی، مجوسی، اور ہندو وغیرہ کو دینا جائز ہے (عالمگیری)

مسئلہ:- قربانی کے جانور کی چربی، چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں دینا جائز نہیں مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔ (درمختار)

قربانی کے کھال کے احکام:

قربانی کی کھال فروخت نہ کی جائے تو شریعت نے قربانی کرنے والے کو اس میں کئی طرح کا اختیار دیا ہے لیکن فروخت کرنے سے اکثر صورتوں میں قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے بعض صورتوں میں واجب نہیں ہوتا یہاں ان سب مسائل کی ضروری تفصیل بیان کی جاتی ہے (یہ آنے والے تمام مسائل حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کے مرتب کردہ "مسائل چرم قربانی" سے ماخوذ ہیں)

مسئلہ:- قربانی کی کھال اپنے اور اہل وعیال کے استعمال میں لانا جائز ہے مثلاً جائے نماز، کتابوں کی جلد، مشکیزہ، ڈول، دسترخوان، جراب، جوتہ وغیرہ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کیجاسکتی ہے بلا کراہت جائز ہے۔ (ہدایہ و درمختار)

لیکن ان چیزوں کو کرایہ پر دینا جائز نہیں اگر دیدیں تو جو کرایہ ملے اس کا صدقہ واجب ہے۔ (شامی وعالمگیری)

مسئلہ:- یہ بھی جائز ہے کہ کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی کو ہبہ میں (بلا معاوضہ) دیدی جائے جس کو دی جائے خواہ وہ مسکین اور مالدار ہو یا اپنے ماں باپ اور اہل وعیال ہوں، اجنبی ہو یا رشتہ دار، کافر ہو یا مسلمان، بلا معاوضہ ہر ایک کو دینا جائز ہے (ہدایہ، عالمگیری، امداد الفتاوی)

مسئلہ:- فقراء ومساکین کو خیرات میں بھی دی جاسکتی ہے مگر یہ مستحب ہے واجب نہیں۔ (بحر وعالمگیری)

مسئلہ:- قربانی کی کھال، گوشت، چربی، اون، آنتیں وغیرہ یعنی قربانی کے جانور کا کوئی جزء کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں اگر دے دیا تو اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری، امداد الفتاوی)

مسئلہ:- قربانی کے جانور کی جھول، رسی اور ہار جو گلے میں پڑا ہو وہ بھی کسی کی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں، ان چیزوں کو خیرات کردینا مستحب ہے (شامی، عالمگیری، ہدایہ، عزیز الفتاوی)

قربانی کی کوئی چیز قصائی وغیرہ کو بھی اس کی مزدوری میں دینا جائز نہیں اس کی مزدوری الگ دینی چاہئے۔ (ہدایہ درمختار)

> **:- قارئین کرام سے :-**
>
> تعمیر حیات کے بہت سے قارئین کرام اپنی مصروفیت کی وجہ سے چندہ بھیجنے میں تاخیر کرتے ہیں جبکہ رسالہ خسارے کے باوجود بھیجا جارہا ہے امید ہے کہ رقم جلد بھیج کر خسارہ پر چلنے والے اس رسالہ کو مزید خسارہ سے بچائیں گے (منیجر)

ایڈیٹر کے نام

ایڈیٹر صاحب تعمیر حیات!

گذشتہ اشاعت میں میرا وضاحتی بیان شائع ہو چکا ہے، اس کے بعد مجھے اس موضوع پر کچھ کہنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ابھی دو روز پہلے ادارہ الفرقان کی طرف سے ایک اشتہار نکلا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادارہ الفرقان میرے اس وضاحتی بیان سے مطمئن نہیں ہے اور اس کے مندرجات کو الزام سمجھتا ہے جس کا جواب الفرقان کے صفحات میں شائع ہوگا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ میرا وہ عریضہ شائع کردیا جائے جو میں نے مولانا عتیق الرحمن سنبھلی صاحب کے خط کے جواب میں بھیجا تھا اور جس کا ذکر الفرقان کے خاص نمبر کے صفحہ کے حاشیہ پر ہے۔ مولانا عتیق الرحمان سنبھلی کا خط شائع ہو چکا ہے۔ جس میں یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ مولانا نے اپنے خط میں اہانت صحابہ (معاذ اللہ) کا اہم ترین اور شدید ترین مسئلہ نہیں اٹھایا تھا، وہ اہم مسئلہ جو ایک ضخیم خاص نمبر کا موضوع بن گیا اس کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے، خط میں صرف ذاتی تعلقات ندوہ اور حضرت ناظم ندوہ سے قدیم تعلق اور میرے تبصرہ سے جو ان کو ذہنی کوفت ہوئی اس کا تذکرہ ہے۔ اگر عظمت صحابہؓ کا واقعی وہی احساس تھا جس کا اظہار اس خاص شمارہ میں کیا گیا ہے تو اپنی ذات اور اپنی کتاب سے زیادہ اہمیت اور اولیت اصل موضوع کو دی جاتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل ہدف تو ندوہ اور اس کے عالی مقام ناظم اور خاکسار کی اس ادارہ سے وابستگی ہے، ناموس صحابہؓ تو صرف شیعیت کے خلاف لکھنؤ کے حساس طبقہ کو برانگیختہ کرنے کا بہانہ تھا، جو ادنیٰ درجے میں بھی کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ الحمد للہ ان میں پڑھے لکھے، واقف کار، اصل ونقل کے درمیان تمیز کرنے والے لوگ ہماری توقع سے زیادہ تعداد میں نکلے، جس کا بخوبی اندازہ ادارۂ الفرقان کو ہو گیا ہوگا۔

میرے اس خط میں اخیر کی یہ عبارت تمام قارئین سے انصاف کی طالب ہے۔

"اگر اس مسئلہ کو مہم بنانے کے بجائے مجھے یہ خط مکہ مکرمہ کے پتہ پر بھیج دیتے یا میرا انتظار کرلیتے تو میں یہ کہتا کہ آپ ہی ایک ایسا بیان بنا دیجئے جس کو میں کہیں شائع کرا دیتا اور اس سے آپ کی جو تجریح شعور (احساس کو دھچکا لگا ہے) اس کی اور مجھ پر اتہام صحابۂ کرامؓ کے بارے میں ہو رہا ہے دونوں کی تلافی ہو جاتی"۔

اس تحریر کے بعد کیا اس کی گنجائش نہیں تھی کہ مولانا عتیق الرحمن سنبھلی صاحب میری طرف سے ایک وضاحتی بیان یا تو یہ نامہ مرتب کر کے بھیج دیتے کہ اس پر دستخط کر کے شائع کردو۔ یا مجھے بھیج دو الفرقان میں شائع کردیتا ہوں؟ واضح رہے کہ میرا خط ان کو ۵ رمئی کو مل گیا تھا اور خاص شمارہ ۲۱ رمئی کو نکلا ہے۔

عبداللہ عباس ندوی
۴ رجون ۱۹۹۲ء

نوٹ: قارئین کی سہولت کے لئے اصل پر مولانا عتیق الرحمن صاحب کا وہ خط بھی درج کیا جارہا ہے جس کے جواب میں میرا یہ خط تھا۔

مکرمی ومحترمی

مولانا عتیق الرحمان صاحب سنبھلی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء مجھے ۴ رمئی کی شام کو ملا، تاخیر سے ملنے کا سبب یہ ہے کہ میں ۲۸ اپریل کو واپس آیا ہوں اس وقت شاہد حسین صاحب یہاں موجود نہ تھے، اور خط انھیں کی تحویل میں تھا۔ جب وہ آئے تو بھی انھوں نے تذکرہ نہیں کیا، بھول گئے تھے آج قبل مغرب ایک خط کی بابت دریافت کیا جس کا مجھے انتظار تھا اس وقت ان کو آپ کا مکتوب یاد آیا میری فرمائش پر وہ بعد مغرب دفتر کھول کر خط لے کر آئے۔ اس سے پہلے میں نے آپ کا وہ مکتوب پڑھ لیا تھا جو ایڈیٹر تعمیر حیات کے نام تھا مگر اس کا جواب دہ میں تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مدظلہ کا بیان اس سلسلہ میں نکل چکا ہے اور آئندہ کے لئے اس موضوع پر جس میں مناظرانہ مضامین ہوں وہ تعمیر حیات میں شائع نہیں ہوں گے اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اپنے وضاحتی نوٹ کو دہلی کے "دعوت سہ روزہ" میں دوں۔ مگر وہاں سے اطلاع ملی کہ وہ اس موضوع پر پہلے سے لکھ رہے ہیں اور پرچہ نکلنے والا ہی ہے اس لئے آئندہ اشاعت میں وہ میرا کوئی مضمون دے سکیں گے۔

اب آپ کے مندرجات مکتوب پر عرض کرتا ہوں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ تبصرہ میرے قلم سے نکلا تھا، اور تعمیر حیات میں شائع ہوا، اس کی کوئی ذمہ داری ندوہ کے ناظم، مجلس انتظامیہ اور موجودہ ذمہ داروں پر نہیں ہے، پھر بھی حضرت مولانا نعمانی صاحب کے کہنے پر انھوں نے ندوہ کا موقف واضح کردیا جس سے ندوہ کی طرف سے اس کے مندرجات کے قابل اعتراض پہلو کی، جس پر چند سطروں بعد عرض کروں گا، پوری تردید ہو گئی ہے اور یہ واضح ہو گیا کہ یہ تبصرہ ندوہ کا نہیں عبداللہ عباس کا ہے تعمیر حیات کا میں نہ سرپرست ہوں اور نہ اس کے ایڈیٹوریل بورڈ میں ہوں میرے مقالہ یا تبصرہ کی نوعیت ایک مراسلے سے زیادہ نہیں ہے جو روزناموں میں اس نوٹ کے ساتھ شائع ہوتا ہے کہ "ایڈیٹر کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں"۔

لہٰذا ندوہ کی تحریک وصل کے لئے تھی اور رہے گی (ان شاء اللہ) اس تبصرہ کی اشاعت سے ایک شخص کی رائے ضرور معلوم ہوگی مگر ندوہ کا موقف نہیں سمجھا جائے گا۔

۲۔ آپ کا اور حضرت نعمانی مدظلہ کا تعلق جو ندوے سے ہے اس پر ایک فرد واحد کی کوئی تحریر (جس کا دائرہ فکر اور تاریخی رجحان سے ہے) اثر انداز نہیں ہو سکتی، آپ نے جن تعلقات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس درجہ عیاں ہیں کہ ان کے لئے کسی سوگند اور گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ آپ کی کتاب پڑھ کر میں نے یہ نہیں محسوس کیا کہ خدانا کردہ آپ میں عداوت رسولؐ کا روگ پایا جاتا ہے آپ نے جو لکھا وہ آپ کی دانست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والے کی براءت کرنے کے لئے لکھا اور میرا تبصرہ بھی اسی بناء پر تھا کہ میں جس کو رسول اللہ سے اقرب اور آپ کے حب و حنان کا ثمرہ سمجھتا ہوں اس کو برحق بتاؤں زینی دحلان کا قول جو نقل کیا اس کا منشأ صرف یہ تھا کہ آپ کا زور قلم۔ میرے خیال میں۔ یزید کی تنزیہ میں تنقیص حسینؓ پر منتج ہو رہا ہے اور یہ بات ڈرنے کی ہے۔ والدین النصیحۃ۔

میرے ذہن پر آپ کی کتاب سے زیادہ اس نہج پر لکھنؤ والوں اور ان کی زبانی اپنے کانوں سنے اقوال پر تھا۔ جن میں ایک صاحب جنھوں نے پاکستان میں "سید نا یزید" لکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ حسین بن علیؓ کو کاندھے پر لے کر گلیوں میں نکلنا اور منبر سے اتر کر حسن ابن علیؓ کو گود میں اٹھا لینا محمد بن عبداللہ کا فعل تھا نہ کہ محمد رسول اللہ کا، اور یہی محمد رسول اللہ سے سرد کا ہے۔

خدا شاہد ہے کہ مجھ پر جو سلبی تاثر تھا اس کی بناء پر خواہ جو بھی لکھ گیا ہوں مگر آپ کو ذاتی واقفیت کی بناء پر اپنے سے کم رسولؐ اللہ کا فدائی نہیں سمجھا، آپ کی تحقیق کا رخ خواہ الفاظ میں نہ ہو نتیجہ کے اعتبار سے حضرت حسینؓ کو یزید کے مقابلہ میں خطا کار بنا رہا ہے۔

اور اگر آپ نے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کا مطالعہ فرمایا ہے تو مکتوب نمبر ۸۸ اور ۸۹ کو ذہن میں تازہ کرلیجئے اور اگر نہ پڑھا ہو تو اب دیکھ لیجئے۔ الحمد للہ ان مکاتیب کے مقدمات اور نتائج بحث کو اپنا عقیدہ پاتا ہوں وعلیہ احیا واموت۔

مولانا عبدالرشید نعمانی کی کتاب "یزید کی سیرت اہل سنت کی نظر میں" بھی آپ کی توجہ کی محتاج ہے۔ میں نے آپ کی کتاب پر تبصرہ صرف نہج اور انداز فکر پر کیا ہے، اور مندرجات میں صرف وضع الیدفی الید کے مفہوم پر کلام کیا ہے اس کے علاوہ جو باتیں ہیں وہ ایک عمومی بحث ہے کہ جو لوگ اس خط پر تحقیق کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں ان کے تحقیق کی ٹیکنگ کیا ہے۔

بہر حال میرے اس خط سے آپ کو تشفی ہو یا نہ ہو، میں عند اللہ اپنے آپ کو بری کرنے کے لئے اور ندوہ کو بری کرنے کے لئے اپنی تحریر بالا کی خود تلخیص کردیتا ہوں۔

میرا تبصرہ سو فی صد میرے رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ ندوہ کی یہ رائے نہیں ندوہ کی وہی رائے ہے جس کو بیان کرنے کا حق حضرت ناظم ندوۃ العلماء کو ہے۔ اور وہ واضح کر چکے اگر اس پر بھی کسی کو تسکین نہ ہو تو فلیفعل مایشاء والعاقبۃ للمتقین۔

میں نے شیخ زینی کا قول بطور تنبیہ اور انتباہ کے نقل کیا ہے، نہ تو خدانخواستہ مذموم رشدی کا مماثل ٹھہرایا ہے اور

نعدورسولؐ بتایا ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اس انداز پر چلنے والوں کے لئے اس کا خطرہ ہے۔

اب ایک اہم موضوع جس کو آپ نے اپنے مکتوب میں نہیں چھیڑا ہے وہ میں وضاحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں، اور اس کا سبب صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ ورنہ بدتر سے بدتر خیالات رکھنے والے بھی کسی سے نہیں ڈرتے اور میں اگرچہ مناظرہ کا آدمی نہیں ہوں اور نہ کبھی اس طرح کے مضامین پر پڑا ہوں مگر بقول آپ کے شیطان سوار کرانے پر اللہ ہی محفوظ رکھے ایک نیا بھارت جنم پا سکتی ہے۔

میں نے واقعۂ کربلا کو غزوۂ بدر سے مربوط کرنے کی جو بات کہی اس پر مجھے یہ الزام دیا جا رہا ہے کہ معاذ اللہ میں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی شان میں بے ادبی کر دی، فرض کیجئے اگر اس واقعہ کو اس طرح دیکھا جائے تو وہ کون سے صحابۂ کرام ہیں جن کی اہانت کا شبہ ہے؟

زیادہ سے زیادہ کوئی کہے گا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، ان کے علاوہ کوئی نام ہو سکتا ہے تو حضرت ہندہؓ اور وحشیؓ، جہاں تک حضرت معاویہؓ کا تعلق ہے وہ تواتر کے ساتھ ہمارے عقیدہ کے مطابق صحابیٔ رسولؐ اور کاتب وحی ہیں اور میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ وہ کمتر درجہ کے صحابی ہیں کیونکہ کمتر اور برتر کا فیصلہ تو درجات دینے والا جانے میزان درجات میرے ہاتھ میں نہیں ہے "اب رہا حضرت ابوسفیانؓ کا معاملہ، ان کی ایک تو تاریخ ہے اور دوسری طرف "کلا وعد اللہ الحسنیٰ"[1] اور "الاسلام یجب ما قبلہ"[2] کا عقیدہ ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے وہ ہم آپ کیا کوئی بھی سیر و مغازی کی کتابوں سے جدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ان کو نظر انداز کر سکتا ہے لہٰذا تاریخ و احادیث سے ان کا ۲۱ سالہ ریکارڈ ڈانگ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن شرف صحابیت کی بنا پر ہم اس عقیدہ کے پابند ہیں جو عموم صحابہ کیلئے آتا ہے، حضرت مدنیؒ نے اپنے مکتوب نمبر ۸ میں جو پانچ مقدمات قائم کئے ہیں ان میں پہلا مقدمہ یہی ہے۔

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں مگر ان کے اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں"[3]۔

اس بنا پر جن حضرات کو علمائے امت نے صحابہ کے زمرہ میں شمار کیا ہے ان کے بارے میں ہم تاریخ کو نہیں احادیث سے ثابت شدہ عقیدہ کو دیکھتے ہیں۔ تاریخی روایات ظنی اور صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہیں۔ بلکہ مشاہدات بھی اگر قرآن کریم اور سنت کے خلاف آ کھڑے ہو جائیں تو ہمیں یہی اسوہ ملا ہے کہ مشاہدات کو جھوٹا اور رسول اللہؐ کی بات کو سچا سمجھیں، جیسا کہ ترمذی کی وہ حدیث ہے جس میں (یہ ذکر آتا ہے کہ) ایک صحابی نے آکر آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، شہد پلاؤ، اس نے شہد پلایا مگر مرض بڑھ گیا دوسری بار بھی یہی فرمایا، اور تیسری بار جب اس نے کہا کہ اس کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا "صدق اللہ وکذب بطن أخیک" "اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔"

میرے تبصرے میں اس سلسلہ میں جو الفاظ جس ترتیب کے ساتھ آ گئے ہیں اس پر سلبی تاثر سے مغلوبیت کا اثر نمایاں ہے جس کا مجھے افسوس ہے پھر بھی میرے یہ جملے قابل لحاظ ہیں:

"ممکن ہے یہ تجزیہ غلط ہو مگر یہ غلط نہیں ہے کہ حرہ اور کربلا کے واقعات کو ان خلفیات سے جدا کر کے نہیں دیکھا جا سکتا"

مطلب مبہم نہیں ہے، یعنی ان خلفیات سے جدا کر کے تو دیکھا ہی جاتا ہے اگر ان سے مربوط کر کے بھی دیکھا جائے تو بھی غلط نہ ہوگا۔ واللہ أعلم بالنیات[4]۔

آپ نے اپنے مکتوب کے آخر میں تحریر فرمایا ہے "ندوہ اور اہل ندوہ بالخصوص حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء سے جو تعلق ۴۰ برس پہلے قائم ہو گیا تھا اس کو جو آزمائش آپ کے اس تبصرہ نے ڈال دیا ہے......."

مجھے اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے کہ میرے ذاتی رجحان و خیال یا تاریخی تجزیہ کی صحت یا خطا کا اثر آپ کے اور ندوہ کے تعلقات پر پڑ سکتا ہے جبکہ آپ کے اور ناظم صاحب ندوۃ العلماء مدظلہ کے رجحانات میں اختلاف آپ کی اس کتاب میں موجود ہے جس میں آپ کی روش جمہور علماء کے مسلک سے مختلف ہے جس کا آپ کو پورا حق ہے۔ اس طرح کے مسائل میں بعض لوگوں کو اپنے والد یا بھائی سے بھی اختلاف رہا ہے۔

مجھ سے اگر یہ کوتاہی ہوئی کہ آپ سے مل کر اس موضوع پر گفتگو کیوں نہ کی تو آپ سے بھی دوستانہ شکوہ ہے کہ اس مسئلہ کو مہم بنانے کے بجائے اس طرح کا خط جو آپ نے لکھا ہے مجھے لکھ دیتے یعنی براہ راست مکہ مکرمہ کے پتہ سے بھیج دیتے یا میرا انتظار کر لیتے تو میں کہتا "آپ ہی ایک ایسا بیان بنا دیجئے جس کو میں کہیں شائع کرا دیتا ہوں اور اس سے آپ کی جو تجریح شعور ہوئی ہے اس کی اور مجھ پر جو اتہام صحابۂ کرام کے بارے میں ہو رہا ہے دونوں کی تلافی ہو جاتی۔"

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عبداللہ عباس ندوی

۵ر مئی ۱۹۹۲ء

(۱) کلا وعد اللہ الحسنیٰ قرآن کریم کی آیت کا آخری ٹکڑا ہے۔ پوری آیت ہے۔

لا یستوی منکم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئک أعظم درجۃ من الذین أنفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور وہ جس نے یہ کام پیچھے کئے) برابر نہیں ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا (اموال) اور خدا نے سب سے ثواب (نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلا استثناء تمام صحابۂ کرام جن میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت ہندہؓ بھی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ثواب نیک کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۲) الإسلام یجب ما قبلہ ایک شرعی اصول ہے جو حدیث سے ماخوذ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد پہلے کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اسلام ماقبل کی زندگی کو جدا کر دیتا ہے اور یہ بات اس صراحت کے ساتھ بیان اسی لئے کر دی گئی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ و حضرت ہندہؓ کے بارے میں تبصرہ نگار کا یہ عقیدہ ہے۔ اور جو پہلے لکھا گیا تھا اس سے وہ رجوع کرتا ہے۔

(۳) صرف یہی جملہ نکلی سے تجزیہ غلط ہو سکتا ہے رکھنے والے کو ان لوگوں کی بات کا ظن نہیں ہے جن کے حوالے سے اس نے قابل اعتراض بات لکھی تھی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نیتوں کا جاننے والا ہے۔ میرا کوئی عقیدہ جمہور امت کے خلاف نہیں ہے۔

۱۰ر جون ۱۹۹۲ء

دفتر الفرقان لکھنؤ

۱۷ر مارچ ۹۲ء

مکرمی و محترمی جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اپنی کتاب "واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر" پر آپ کا تبصرہ تعمیر حیات (۱۰ر مارچ ۹۲ء) میں پڑھا۔ مجھے اس تبصرہ پر قدرتی طور سے اس وقت بھی حیرت ہوئی جبکہ اس کی حیثیت آپ کے ذاتی تبصرے کی ہوتی۔ کیونکہ میرا بہت گہرا نہ سہی پھر بھی کم از کم چالیسؔ برس کا اس درجے کا تعلق آپ سے ضرور تھا کہ اپنے اور اپنی کتاب کے بارے میں اس انداز کے تبصرے کی توقع آپ سے نہیں کر سکتا تھا، چاہے وہ کتنی ہی ناپسند آپ کو ہوتی۔ لیکن یہ تبصرہ اور بھی زیادہ حیرت کا باعث اس بنا پر ہوا ہے کہ آپ کے قلم سے یہ ندوۃ العلماء کے ترجمان "تعمیر حیات" کے تبصرے کی حیثیت سے نکلا ہے۔ اور مزید برآں، آپ خود ندوے کے ان فرزندوں ہی میں سے نہیں جن پر ندوہ فخر کرتا ہے بلکہ اس کے تعلیمی معتمد جیسے اعلیٰ منصب پر بھی فائز ہیں۔ اور ناظم ندوہ حضرت مولانا علی میاں کے نائب کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

اس پہلو سے آپ کے تبصرے پر میری حیرت دو باتوں پر مبنی ہے:۔

نمبر۱ یہ کہ ندوے کی تحریک "وصل" کے لئے اٹھی تھی، نہ کہ "فصل" کے لئے، اس کے مقاصد کی تحریر میں ایک مقصد کا بیان آج بھی بایں طور پایا جاتا ہے کہ "اتحاد ملی اور اسلامی اخوت کے جذبات کو فروغ دیا جائے"

(روداد چمن مرتبہ سید محمد الحسنی مرحوم ص۳۳)

نمبر۲ یہ کہ میں اگرچہ ندوے کا فرزند نہیں ہوں۔ مگر ۱۹۴۸ء سے، جب سے کہ میں نے اپنے والد ماجد کے ساتھ لکھنؤ میں قیام اختیار کیا، میرا تعلق ندوہ اور اہل ندوہ سے بالکل ایسا ہی رہا ہے جیسا کہ ایک گھرانے کے افراد کا ہوتا ہے خود آپ سے بھی شناسائی کی داغ بیل اسی وقت سے پڑی۔ اور اس ضمن میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے ساتھ میرے والد ماجد کے خصوصی اور رفیقانہ تعلق کی بنا پر جو خصوصیت اس وقت سے آج تک چلی آ رہی ہے وہ ندوہ کے اندر کس سے مخفی ہے؟

ان دو باتوں کے پیش نظر میری سمجھ میں بالکل نہیں آ سکا کہ ندوے کا آپ جیسا فرزند جو موجودہ انتظامیہ میں ایک

اعلیٰ منصب پر بھی فائز ہے اس نے ندوے کی روایت اور اس کے مقاصد کی اس اہم دفعہ کو بھلاتے ہوئے جو اخوتِ اسلامی کے جذبات کی پاسبانی اور فروغ دہی چاہتی ہے، اور اس پر مستزاد ندوہ اور ارباب ندوہ کے ساتھ میرے اور میرے گھرانے کے نہایت قریبی اور خصوصی تعلق کے ہوتے ہوئے کیونکر یہ جائز سمجھا کہ وہ میرے ساتھ تقریباً وہ معاملہ کرے جو ابھی کچھ دن پہلے اس نے عصمت چغتائی نام کی ایک ترقی پسند ادیبہ کے ساتھ اسے "آگ کا دریا" اڑھا کر کیا تھا، یا بدنام رشدی کا مماثل مجھے ٹھیرائے؟

آپ نے میری کتاب پڑھ کر محسوس کیا کہ میرے دل میں معاذ اللہ عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا روگ پایا جاتا ہے کتاب تبصرے کے لئے جانے اور تبصرہ شائع ہونے کے بیچ میں آپ سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ کیا اخوت اسلامی کے ماتحت اور مزید ان رشتوں کے ماتحت جن کا میں نے اوپر تذکرہ کیا، میرا یہ حق نہیں سمجھا جانا چاہیے تھا کہ آپ مجھے میری اس ایمان سوز بدنصیبی کی طرف ایسے مناسب انداز میں توجہ دلا دیتے جس سے توقع کی جا سکتی کہ میں اپنی بدنصیبی کا احساس کر کے اس سے نجات پانے کی کوشش کروں گا۔ اور آپ کا احسان مند ہوں گا؟ اس کے بجائے آپ نے مجھے سمجھانے اور برادرانہ انداز سے متنبہ کرنے کے تمام مواقع نکال کر یہ تبصرہ شائع کرایا جس میں پوری پوری صلاحیت اس بات کی ہے کہ وہ مجھ پر شیطان سوار کرا دے، اور یہ جو چالیس بیالیس برس کی ایک یگانگت اور باہمی تعلق و احترام کی صورت بنی ہوئی ہے وہ چشم زدن میں سوخت ہو کر اپنی جگہ ایک "نیا بھارت" کو جنم دے دے!۔ ہر چند کہ مجھے آپ کا جیسا اچھا لکھنا نہ آتا ہو مگر اس میں تو شاید آپ کو بھی شک نہ ہوگا کہ تھوڑا بہت تو میں بھی لکھ ہی لیتا ہوں، اور ایک زمانہ پہلے تو اس طرح کے معرکوں کا بہت عادی رہا ہوں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اپنوں سے سر ٹکرانے کی تو پہلے بھی عادت نہ تھی اور اب تو طبیعت کا انداز اس قدر بدل گیا ہے کہ بڑی سے بڑی اختلافی بات بھی بالکل غیر جذباتی انداز ہی میں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

انداز سے قطع نظر آپ کے تبصرے کے نکات پر بھی کئی باتیں کہنے کی تھیں۔ مگر اس سلسلے میں آپ سے مخاطب ہو کر کچھ بھی کہنے کو اس لئے طبیعت آمادہ نہیں کہ آپ نے ایک کتاب کو "عالمانہ" تسلیم کرنے کے باوجود اس کے ساتھ بجائے عالمانہ کے مخاصمانہ اور معاندانہ معاملہ کرنا پسند کیا ہے۔ یہ اوپر کی بات بھی صرف اس مجبوری سے لکھی ہے کہ ندوہ اور اہل ندوہ اور بالخصوص حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء سے جو تعلق چالیس برس پہلے قائم ہو گیا تھا اس کو جس آزمائش میں آپ کے اس تبصرے نے ڈال دیا ہے شاید میری اس گذارش کے نتیجے میں اس سے خلاصی کی کوئی سبیل نکل آئے۔ اور اسی لئے میں اس کی ایک کاپی حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کی خدمت میں بھی ارسال کر رہا ہوں۔

والسلام

خیر اندیش

عتیق الرحمان سنبھلی

بقیہ: درس حدیث

تپ اور بے خوابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم مختلف مناسبتوں سے اخوت و بھائی چارگی کے اس جذبہ کو تازہ فرماتے رہتے تاکہ مسلمان آپس میں جڑیں اور باہم برادرانہ تعلقات قائم ہوں، وہ گھر میں ہوں کہ مسجد میں، بازار میں ہوں کہ میدان کارزار میں، جہاں کہیں بھی ہوں یہ اخوت ان کا ساتھ نہ چھوڑے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان تمام باتوں کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

خدا کے واسطے بھائی چارگی اور برادرانہ تعلقات کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے جذبات و احساسات کا خیال رکھے، ہر ایسے کام سے بچے جس سے باہم اختلاف پیدا ہوتا ہو اور پھوٹ پڑتی ہو، اور اس چیز سے دور رہے جو دلوں میں غیظ و غضب پیدا کرتی ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد جگہ مسلمان کو اس کے بھائی کے لئے نفس کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی (ایک جان دو قالب) فرمایا۔

(فلا تلمزوا أنفسکم)

تم اپنے کو یاک وصاف نہ جتاؤ دوسری جگہ فرمایا۔

لقد جاءکم رسول من أنفسکم

لوگو! تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔

ایک اور آیت میں فرمایا۔

فسلموا علیٰ أنفسکم

تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

ایک جگہ فرمایا۔

فلا تقتلوا أنفسکم

اور اپنے آپ کو ہلاک مت کرو۔

حتی کہ قصاص تک کے موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن عفی لہ من أخیہ شیٔ فاتباع بالمعروف وأداء إلیہ بإحسان

اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریقہ سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوشی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

بندۂ مومن جب اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے، اور اس کی عبادت کرتا ہے، اس کے حکموں پر چلتا ہے تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ اس کو وہی چیز پسند آتی ہے جو خدا کو پسند ہو اور ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش و ناراض ہوتا ہے یہ بندہ بھی اس سے ناراض و خفا ہوتا ہے، جس کو دیتا ہے خدا کے لئے جس سے روکتا ہے خدا ہی کے خوف سے یہی وہ بندۂ مومن ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو بندہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے، اللہ ہی کے لئے ناراض و خفا ہو، اللہ ہی کے لئے دے اور اسی کے خوف سے روکے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل بنا لیا۔ اس بندہ کا پورا دین اللہ کے لئے ہو گیا، اور اس نے اطاعت و عبادت کا حق ادا کر دیا۔

حدیث سے سمجھ میں آتا ہے

(۱) بھائی چارگی کا تقاضہ یہ ہے کہ بیمار کی عیادت کی جائے، جنازہ کے ساتھ قبرستان جایا جائے، چھینکنے والے کی چھینک پر یرحمک اللہ کہا جائے، سلام کا جواب دیا جائے، مظلوم کی مدد کی جائے، قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کیا جائے، اگر کوئی دعوت کرے تو قبول کی جائے۔

(۲) ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کی محبت و ناراضگی، دوستی اور دشمنی خدا اور رسول کے بتائے ہوئے احکامات کی خاطر ہو۔

(۳) دینی رشتہ کے بھائی کے مال میں وراثت نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ منسوخ ہو چکی ہے لیکن اگر دونوں طیب خاطر ایک دوسرے کے مال میں تصرف سے خوش ہیں تو یہ درست ہوگا جیسا کہ اسلاف کیا کرتے تھے۔

(۴) غائبانہ طور پر اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنے کا حکم ہے۔

(۵) بھائی چارگی کا تقاضہ ہے کہ جو چیز خود کو ناپسند ہے اس کو اپنے بھائی کے لئے بھی ناپسند کرے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے

(۱) اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بھائی چارگی خدا کے واسطے باہمی ربط و تعلق ہے جو مسلم معاشرہ کے افراد کو باہم جوڑتا ہے اور آپس میں حسن سلوک کے تعلق کو مضبوط بناتا ہے، یہ معاشرہ کی تعمیر کا کامیاب وسیلہ ہے جن لوگوں کے تعلقات محبت و ناراضگی اور دوستی دینی ایمان اور اطاعت خداوندی کی بنیاد پر نہیں قائم ہیں ان کے ایمان کامل نہیں۔

(۲) بھائی چارگی کا اظہار، مسلمان کے احترام، اس کے حقوق کی رعایت، اس کی آبرو ریزی سے پرہیز، اس کی عزت، اس سے محبت، اور ہر نیک کام میں اس کے ساتھ تعاون کی شکل میں ہونا چاہئے۔

ا۔ بخاری شریف، ۲۔ حجرات آیت، ۳۔ توبہ آیت، ۴۔ انفال آیت، ۵۔ شرح الاربعین حدیثا النوویہ لابن دقیق العید، ۶۔ فتح الباری جلد اول، ۷۔ توبہ آیت، ۸۔ بقرہ آیت ۱۷۸۔